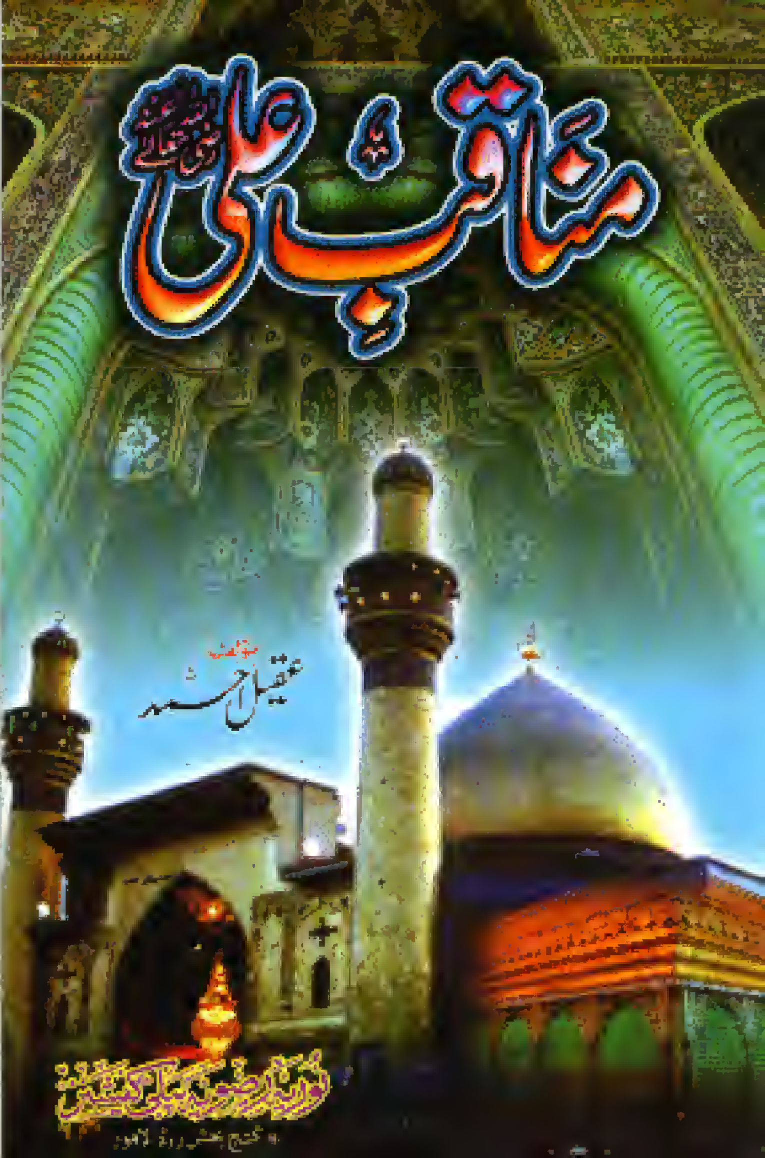

مناقبِ علیؑ

مؤلف

عقیل محسن

نور رضا پبلیکیشنز

گنج بخش روڈ لاہور

تقریظ

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت جانشین گنج کرم حضرت پیر سیّد میر طیب علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین آستانیہ عالیہ کرمانوالہ شریف (اوکاڑہ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

عزیزی! عقیل احمد کی کتاب 'مناقب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ' کو بعض مقامات سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اہلسنّت کے موقف کی مؤید پایا۔ تذکارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم پڑھ کر قلبی مسرت ہوئی۔ جہاں تک کتاب کی فنی اور ادبی حیثیت کا تعلق ہے تو یہ ایک نقاد ہی بیان کر سکتا ہے فن اور ادب خواہ کتنے ہی باکمال کیوں نہ ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دَر کے دریوزہ گر ہی تو ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی آ جائے وہاں دل و نگاہ جھک جاتے ہیں۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر لکھنے والوں نے اپنے تئیں بہت کچھ لکھا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں ایسی شخصیت جن کی شان میں آیاتِ قرآنی کا نزول ہو جنہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا و آخرت میں اپنا بھائی فرمائیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل کی اصل ہوں ان کے متعلق کوئی کیا لکھ سکتا ہے۔ بہرحال اظہارِ عقیدت و محبت کیا جا سکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم اس کتاب کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم پاک کی برکت سے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور مؤلف کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی فیضان سے حصہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میر طیب

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خاں رضوی

صدر و مدرس جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ

الحمد للہ ربّ العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین اما بعد

عزیز مکرم جناب عقیل احمد صاحب نے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مناقب پر ایک مختصر کتاب تصنیف فرمائی ہے آپ ایک دینی مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں نوجوانی میں اچھے خیالات رکھنے کے حامل اور دین سے خصوصی محبت رکھنے والے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں اختصار اور آداب و جامعیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اگرچہ بہت کچھ لکھ دیا ہے لیکن کچھ باقی بھی ہے۔ پڑھنے والے یقیناً حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر سکیں گے۔ اس کتاب کو مسلکِ اہلسنّت و جماعت کے پیش نظر رکھ کر تحریر کیا گیا ہے۔

احقاق حق کی سعی جمیل کی گئی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ صاحب تصنیف کو دین و دنیا کی برکات سے بہرہ ور فرمائے اور مزید دین متین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین

احمد یار غفرلہٗ

اشرف المدارس اوکاڑہ

منقبت

عطا علی کو لقب بوتراب ہوتا ہے
علی کے چہرے کو تکنا ثواب ہوتا ہے

جہاں پہ ذکرِ شہ بوتراب ہوتا ہے
وہاں پہ سانس بھی لینا ثواب ہوتا ہے

علی وہ ہیں کہ دنیا میں آنکھ کھلتے ہی
انہیں دیدارِ رسالت مآب ہوتا ہے

علی سے میں ہوں اور مجھ سے ہیں جناب علی
محبتوں کا بیاں یوں نصاب ہوتا ہے

ہے جس کا مولیٰ نبی ہے اسی کا مولیٰ علی
غدیرِ خُم پہ نبی کا خطاب ہوتا ہے

اُسی پہ حکمت و دانش ہے آج تک نازاں
جو شہرِ علم نبوت کا باب ہوتا ہے

علی کے بازوئے خیبر شکن کی طاقت سے
ذلیل مرحب و عنتر شتاب ہوتا ہے

علی کے نام کی ہیبت سے ہر زمانے میں
سپاہِ کفر کا خانہ خراب ہوتا ہے

کوئی ہے داتا ولی اور کوئی ہے مہر علی
علی کے در کا گدا لاجواب ہوتا ہے

علی کے نقشِ قدم سے اصول بنتے ہیں
علی کے تن کا پسینہ گلاب ہوتا ہے

خدا کے گھر میں ہی اس کو ملی ردائے شہید
خدا کے گھر میں جو پیدا جناب ہوتا ہے

جو دل میں اشرفیؔ جب علی بساتے ہیں
خدا کا اُن پہ کرم بے حساب ہوتا ہے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پروفیسر راؤ ارتضٰی حسین اشرفی

صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ایف سی کالج لاہور

اپنی بات

امام الاتقیاء سیّد الاصفیاء مرکزِ ولایت جناب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات وصفات کے بارے میں لکھنے کا شوق ہوا تو کافی کتب کا مطالعہ کیا جن میں سے کچھ نے بہت طولت سے کام لیا اور بعض نے آپ کی ذات کے کئی پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جس سے حقیقت واضح نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود کافی کتب میں میانہ روی سے کام لیا گیا۔ زیرِ نظر کتاب 'مناقب علیؑ' میں حقائق بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والوں کو معلومات حاصل ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں صرف وہی بات کی گئی ہے جو اقوال رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا ارشاداتِ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) اور ملفوظات سلف صالحین پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک کے کچھ ایسے پہلوؤں پر بھی بات کی گئی ہے جن کو اکثر کتب میں نظر انداز کیا گیا۔ ولادت سے شہادت تک دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستگی کا جو انداز آپ کا تھا اور جس جانثاری کا آپ نے ہر قدم پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مظاہرہ کیا اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن القابات اور عنایات سے آپ کو نوازا اس کے بارے میں مکمل طور پر تو نہیں لیکن بہت کچھ اس تالیف میں نظر آئے گا اور ہو سکتا ہے کہ قارئین کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں معلومات مزید بڑھ جائیں اور وہ حقانیت سے بھی آگاہ ہو جائیں۔ ایک اور بات کہتا جاؤں کہ کہاں میں ناچیز اور کہاں ذکرِ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بس بات بنی ہوئی ہے کے مصداق کچھ تحریر کر دیا ہے تا کہ محبانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نام آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت داروں کی قربت اللہ تعالیٰ میسر فرما دے۔ آخر میں میں اپنے استادِ محترم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا احمد یار خان رضوی دامت برکاتہم کا ازحد مشکور ہوں جنہوں نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے ایک ایک لفظ کو غور سے دیکھا اور رہنمائی فرمائی اور اپنے رفیقِ مکرم جناب انوار اللہ صاحب ایم۔ اے اسلامیات (مفتی کرمانوالہ شریف) کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس تالیف کے سلسلہ میں مشاورت مہیا فرمائی۔ حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وابستگانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسلک ہو کر ان کی صحبت اور اطاعت عطا فرمائے۔ آمین

خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردّ کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

طالبِ دعا

عقیل احمد

محبانِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ؟

وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبان سے نہ جانتا ہو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو شیعوں کے ساتھ مخصوص رکھتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت شعیت نہیں ہے خلفاء ثلاثہ کی شان میں تبرّ ابازی رفض ہے اور صحابہ کرام سے بیزاری مذموم و قابل ملامت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لو کان رفضا حب اٰل محمد فلیشھد الثقلان انی رافض (رفضاً)

اگر آل محمد سے محبت رکھنا رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

یعنی آلِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت رفض نہیں جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے اور اگر ویسی محبت کا نام رفض ہے تو پھر اسطرح کا رفض مذموم نہیں ہے اس لئے رفض (مذموم) دوسروں کی تبرّی بازی کی راہ سے آتا ہے نہ کہ اہل بیت کی محبت کی راہ سے پس رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبّ اہلسنّت ہیں اور فی الحقیقت اہل بیت کے محبّ بھی یہی لوگ ہیں۔ شیعہ جو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل بیت کا محبّ تصور کرتے ہیں اگر اہل بیت کی محبت پر ہی اکتفا کریں اور دوسرے صحابہ سے بیزاری کا اظہار نہ کریں اور تمام اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کریں تو یہ دُرست ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے باہمی اختلافات وتنازعات کو اچھے معانی پر محمول کریں تو اہلسنّت میں داخل ہیں اور روافض و خوارج سے باہر ہیں کیونکہ اہل بیت سے محبت نہ رکھنا خروج یعنی خارجی بنتا ہے اور صحابہ سے بیزاری رفض ہے اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر کیساتھ اہل بیت سے محبت رکھنا سنّیت ہے مختصر یہ کہ رفض وخروج کی بنا اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [1] سے بغض رکھنے پر ہے اور سنّیت کی بنا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم [2] سے محبت پر صاحبِ انصاف عقلمند ہرگز بغض صحابہ کو ان کی حب پر ترجیح نہیں دے سکتا اور پیغمبر اسلام سے دوستی کی وجہ سے سب کو دوست رکھے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کرام سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے محبت رکھتا ہے اور جو اُن سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض وعداوت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ (الحدیث)

---

[1] اور اہل بیت [2] ایضاً

اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے مخالفین اہلسنّت اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور اس متوسط و معتدل محبت سے جاہل ہیں انہوں نے خود ہی جانب افراط اختیار کی ہے پھر اس افراط کے ماوراء تفریط گمان کرتے ہوئے خروج کا حکم دے دیا ہے اور اسے خوارج کا مذہب قرار دے دیا ہے انہوں نے یہ نہ جانا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے جو مرکز حق اور جائے صدق ہے اور یہ اہل سنت ہی کا حصہ قرار پا چکا ہے یہ افراط محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ خلفاء ثلثہ سے بیزاری و نفرت کو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی محبت کی شرط قرار دیتے ہیں۔ انصاف کرنا چاہئے کہ کیا محبت ہے جس کے حصول کی شرط آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جانشینوں سے بیزاری ہو اور اصحاب خیر البشر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دشنام طرازی اور ان پر لعن طعن ہو۔ اہل سنت کا یہی گناہ ہے کہ وہ اہل بیت کی محبت کے ساتھ ساتھ سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر بھی بجالاتے ہیں اور صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی ان کی باہمی مخالفتوں اور تنازعات کے باوجود برائی سے یاد نہیں کرتے حق والے کو حق پر تسلیم کرتے ہیں اور لغزش کو لغزش پر کہتے ہیں لیکن اس کی لغزش کو ہوا و ہوس سے دور رکھتے ہیں اور فکر و اجتہاد کے سپرد کرتے ہیں روافض اہلسنّت سے اس وقت خوش ہوں گے جبکہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیزاری دکھائیں اور ان اکابرین سے بدگمان ہو جائیں جس طرح خوارج کی خوشنودی اہل بیت سے عداوت اور آل محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بغض رکھنے سے وابستہ ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی۔ مکتوب نمبر ۳۶ صفحہ ۱۰۱۹)

تعارف و مقام

خلیفہ چہارم خلیفہ برحق وزوجِ بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے لقب اسداللہ وحیدرو مرتضیٰ ہے نام گرامی علی ہے آپ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے فرزند ہیں عام الفیل کے تیس برس بعد جبکہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس برس تھی جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ نجیب الطرفین ہاشمی تھے آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت ہر وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد و نصرت میں لگے رہتے تھے آپ مہاجرین اوّلین اور عشرہ مبشرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز تھے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کی خلافت چار سال آٹھ ماہ نو دن ہے۔

(تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء)

حلیہ مبارک

قد میانہ رنگ گندم گوں آنکھیں بڑی بڑی چہرہ پُر رونق وخوبصورت سینہ چوڑا اور اس پر بال تھے ریش مبارک بڑی اور اتنی چوڑی تھی کہ ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے تک پھیلی تھی آخر میں بال بالکل سفید ہوگئے تھے۔

ازواج و اولاد

۲ ہجری میں سیّدۃ النساء خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک چوبیس سال اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ یا سترہ برس تھی۔ خاتونِ جنت جب تک حیات رہیں آپ نے نکاحِ ثانی نہ فرمایا جب سیّدہ دنیا سے تشریف لے گئیں تو بعد میں آپ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے کثرت کے ساتھ اولادیں ہوئیں آپ کے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں ان میں سے امام حسن، امام حسین، محمد بن حنفیہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ کا سلسلۂ نسل جاری رہا۔

مقام

جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بارے میں احادیث میں کثیر روایات موجود ہیں کہ آپ کا اُمتِ محمدیہ میں کیا مقام ہے جناب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ سے کس قدر محبت تھی اور بارگاہِ خدا میں آپ کا کیا رُتبہ ہے اس باب میں چند احادیث قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ وہ مقامِ علی سے آگاہ ہوسکیں۔

حدیث نمبر۱﴿

عن زید بن ارقم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ (ترمذی، احمد)

مولا کے معنی ہیں دوست و مددگار وغیرہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جس کے دوست اور مددگار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اسکے مددگار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنّت کا یہ نعرہ کہ 'یا رسول اللہ مدد' 'یا علی مدد' اس حدیث کی روشنی میں برحق ہے۔

حدیث نمبر۲﴿

عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ لا یحب علیا منافق ولا یبغضہ مومن

ترجمہ: حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور ان سے مومن بغض نہیں رکھتا۔ (ترمذی، احمد)

حدیث نمبر۳﴿

قال رسول اللہ من سب علیا فقد سبنی

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے علی کو برا کہا اُس نے مجھے برا کہا۔ (احمد)

حدیث نمبر٤﴿

وعن بن عمر قال آخی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین اصحابہٖ فجآء علی ترمع عیناہ فقال اخیت بین اصحابك ولہ تواخ بینی وبین احد فقال رسول اللہ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تو علی آئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرادیا مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا تو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دین و دنیا میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

قارئین جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رشتہ مواخات قائم فرما رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کا بھائی نہ بنایا تو آپ کا آنسو بہانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ جناب علی مواخات کا رشتہ چاہتے تھے۔ اور دوسرا یہ تمام صحابہ آپس میں جب بھائی قرار دے دیئے گئے تو اس کے بعد اگر ان کے درمیان اختلاف ہو بھی گیا تو کون سی بڑی بات ہے عام بھائیوں میں بھی تو اختلاف ہو ہی جایا کرتا ہے۔ تیسرا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی فرمانا اُن کی فضیلت ظاہر کرتا ہے نہ کہ تمام صحابہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افضل ہونا ثابت کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۵

عن عمرن ابن حصین ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال
ان علیا منی و انا منہ و ہو ولی کل مومن

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مناقب میں ابو رافع سے روایت کی کہ جب غزوۂ اُحد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار نے گھیر لیا تو ان میں سے بعض حضرات لپٹے ہوئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جھنڈے والوں کو قتل کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ علی نے حق ادا کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ دونوں سے ہوں۔ (مرقات)

قارئین محترم! اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمادیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مومن کے ولی یعنی دوست اور مددگار ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اہل سنت سچے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مددگار سمجھتے ہیں یا وہ لوگ سچے ہیں جو نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم حدیث کے ماننے والے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدد مانگنے والوں کو مشرک اور مدد مانگنا شرک سمجھتے ہیں۔ فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے کہ فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کون کرتا ہے دوسرا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ 'علی مجھ سے ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ علی کے کمالات درجات اور ان پر جو فضل و کرم ہے وہ سب میری وجہ سے ہے جس طرح چاند کی نورانیت سورج کی روشنی سے ہے بذاتِ خود کچھ نہیں۔

﴿حدیث نمبر ٦﴾

عن سعد بن ابی وقاص قال رسول اللّٰہ لعلی انت منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اے علی! تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ (علیہما السلام) (بخاری و مسلم)

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک پر جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مدینہ کی حفاظت پر اور حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی جماعت کرانے پر مقرر فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد میں ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام جب طور پر جانے لگے مناجات کیلئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب خلیفہ بنا کر بنی اسرائیل میں چھوڑ گئے ایسے ہی میں تم کو اپنا نائب خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑتا ہوں اور خود جاتا ہوں۔ اسی حدیث سے روافض یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ روافض کا یہ استدلال بالکل غلط ہے اس لئے کہ یہاں وقتی خلافت کا ذکر ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں عطا ہوئی واپسی پر ختم ہوگئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مشابہت صرف اس عارضی وقتی خلافت میں ہے تشبیہ مطلق نہیں بلکہ تشبیہ مقید ہے ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے بھائی تھے' حضرت علی چچازاد بھائی...... حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھوٹے...... حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس برس پہلے وفات پا گئے تھے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہے۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حفاظتِ مدینہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا نماز کا امام نہ بنایا تھا کیونکہ وہ تو اُم مکتوم تھے لہٰذا خلافت بلا فصل کو اسی حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ (مرأۃ مشکوٰۃ)

﴿حدیث نمبر ٧﴾

ترمذی اور حاکم نے بریدہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان میں سے ایک علی ہیں' باقی تین حضرات کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین حضرات یہ ہیں: حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

حدیث نمبر ۸

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو کچھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوا وہ اور کسی کی شان میں نازل نہیں ہوا۔

حدیث نمبر ۹

البزار، حاکم اور ابویعلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک بغض و عداوت رکھی کہ اُن کی (معصومہ) ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اُن سے محبت تو اتنی کی جس کے وہ لائق نہ تھے۔ یاد رکھو دو چیزیں انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں ایک تو اتنی محبت کہ وہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے جو حقیقت میں اس میں موجود نہ ہو۔ دوسرے اس قدر شدید بغض و عداوت کہ برا کہتے کہتے تہمت لگانے سے بھی نہ چوکے۔

محترم قارئین! آپ عدل وانصاف سے کام لیتے ہوئے کھلی آنکھوں سے اگر اس معاشرہ میں نظر ڈالیں گے تو آپ کو تین قسم کے لوگ ملیں گے دو کے بارے میں تو غیب جاننے والے کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتا دیا یعنی ایک گروہ حُبِّ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویدار ہے اور نعوذ باللہ بعض اوقات اُن کی شان کو اتنا بڑھا دیا جاتا ہے کہ حقیقت مسخ ہو جاتی ہے اور دوسرا گروہ صرف زبانی طور پر ہی تھوڑا سا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بیان کرتا ہے اور دل میں بغض و عناد رکھتا ہے اور تیسری قسم کے لوگ بفضل تعالیٰ مسلک مہذب اہلسنّت ہیں جو آپ کی شان اور آپکے مقام کی بنا پر اتنی ہی محبت آپ سے رکھتے ہیں جس کا حکم پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اب آپ بخوبی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ محبانِ علی کون ہیں؟

حدیث نمبر ۱۰

امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں وارد نہیں ہوئیں۔ (حاکم)

میں انہی احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کی شان میں بہت حدیثیں وارد ہیں لہٰذا ہم آپ کی شان کے دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کیلئے آگے بڑھتے ہیں تاکہ آپ نے جس ڈھب سے اور جس طریقہ سے زندگی گزاری ہے اُس سے لوگ واقف ہوں تاکہ اُن کی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنا سکیں۔

شجاعت و بہادری

شجاعت میں آپ کی ذاتِ گرامی بے مثل تھی خدا نے آپ کو بازوئے خیبر شکن اور پنجہ شیر افگن عطا فرمایا۔ بارگاہِ نبوت سے اسداللہ کا لقب عطا ہوا غزوۂ بدر سے شہادت تک قدم قدم پر فقید المثال شجاعت کا مظاہرہ کیا صاحب ذوالفقار کی دلیری وشجاعت کے چندواقعات پیش خدمت ہیں۔

غزوۂ بدر

حق و باطل کے اس پہلے معرکہ میں جب قریش کی صف سے تین بہادر جو بڑے نامی تھے نکل کر مسلمانوں کو مقابلہ کیلئے للکارا تو ان کی دعوت پر تین انصاریوں نے لبیک کہا قریش کے بہادروں نے ان کا نام ونسب پوچھا جب یہ معلوم ہوا کہ یثرب کے نوجوان ہیں تو لڑنے سے انکار کردیا اور آنحضرت کو پکارا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر آدمی بھیجو۔ اسی وقت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خاندان سے تین عزیزوں کے نام لئے حمزہ، علی اور عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تینوں اپنے حریفوں کے سامنے میدان میں آئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کردیا اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کردیا مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کردیا یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کے ساتھ کفار میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہوگئی۔ شیرِ خدا نے صفیں کی صفیں اُلٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے بجلی کی طرف چمک چمک کر اعدائے اسلام کے جسموں کو جہنم کا ایندھن بنایا۔ اس پیکر شجاعت نے اس معرکہ میں اکیس کفار کو جہنم واصل کیا۔

غزوۂ اُحد

بدر میں ذلیل وخوار ہونے کے بعد مشرکین نے اعادہ کیا کہ اپنی تمام قوت کو یکجا کر کے مسلمانوں پر اس زور کا حملہ کیا جائے تاکہ وہ ختم ہوجائیں عام لوگ شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اُحد میں شکست ہوئی حالانکہ یہ بات نہیں ہے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جس پہاڑ پر تعینات فرمایا تھا وہ وہاں سے یہ سمجھ کر آگے بڑھ گئے کہ شاید کفار کو شکست ہوگئی ہے۔ جس مقام پر سے صحابہ نے جگہ چھوڑی اسی جگہ سے کفار نے حملہ کیا جس کی وجہ سے کفار آپکی طرف بڑھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور سرِ مبارک پر بھی زخم آیا تو کافی صحابہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد گھیرا ڈال لیا تاکہ آپ کی حفاظت کی جائے اس دوران حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دورانِ حفاظت شہید ہوئے اس کے بعد علم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنبھالا۔ مشرکین کے علَم بردار ابوسعید بن ابی طلحہ نے مقابلہ کیلئے للکارا شیرِ خدا نے بڑھ کر ایسا حملہ کیا کہ وہ خاک وخون میں تڑپنے لگا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام وقت حضور کے ساتھ رہے اور معرکہ کے بعد آپ کو گھر لے آئے اور آپ کی تیمارداری میں لگ گئے۔

غزوۂ خندق

اس غزوہ میں قریش اور دوسرے قبائل جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی خندق کے قریب پہنچ چکے تھے ان میں ایک دیو قامت شخص عمرو بن عبدود بھی تھا جس کی دھاک اس کی جسامت کی وجہ سے دور دور تک پھیلی ہوئی تھی عمرو گھوڑے کو اپنے کندھوں پر اٹھا سکتا تھا اور پانچ آدمیوں پر بھاری تھا (عکرمہ بن ابو جہل) جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا کہ جو آپ میں سے سب سے بہادر ہے اسے لاؤ وہ میرے اس آدمی کا مقابلہ کرے اگر اس کو گرا دے تو تم ہم سب کو قتل کر دینا مسلمانوں کی قیام گاہ میں کھلبلی مچی ہوئی تھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بے قابو نہ ہونے دیا۔ عمرو بن عبدود نے کہا قسم ہے ہبل اور عزیٰ کی تم میں سے مجھے کوئی بھی نظر نہیں آتا جو میرا مقابلہ کر سکے۔ اس موقع پر حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی کھڑے تھے کائنات کے اس عظیم شجاع نے سیاح لامکاں کی بے مثل آنکھوں کی طرف دیکھا جہاں سے اذن مل چکا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر اپنا عمامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر باندھا اور دعا دی۔ آپ عمرو کے مقابلہ میں گئے وہ گھوڑے سے اترا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس زور سے وار کیا کہ لوگ سمجھے کہ اس کی تلوار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کر دیا ہے لیکن آپ وار بچا گئے۔ عمرو نے کئی وار کیئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیر متوقع طور پر اپنے آپ کو بچایا اور پھر شیر خدا نے اس زور کا حملہ کیا کہ عمرو کی گردن کٹ گئی اور نخوت و گھمنڈ کا یہ پہاڑ ریت کے ذرّوں میں مل گیا اور جہنم واصل ہوا۔

غزوۂ خیبر

۷ ھ میں جب خیبر پر فوج کشی ہوئی یہاں پر یہودیوں کے بڑے بڑے قلعے موجود تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اس کی تسخیر پر مامور ہوئے لیکن کامیابی نہ ہوئی (لیکن کامیابی کا سہرا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے سر باندھا جانا تھا)۔ آخر ایک دن حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالی فتح دے گا وہ اللہ اور رسول عزّ وجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صبح پائی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ جھنڈا اسے دیا جاوے۔ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا اُن کی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا انہیں بلاؤ چنانچہ انہیں لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں میں لگایا جناب علی رضی اللہ تعالی عنہ ایسے اچھے ہوگئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں پھر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو جھنڈا عطا کیا۔ (بخاری ومسلم)

عَلَم ملنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ میدان کی طرف بڑھے اُدھر سے یہودیوں کا سردار مرحب بڑے جوش وخروش کے ساتھ یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا:

قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلح پوش بہادر اور تجربہ کار ہوں

اذا الحروب اقبلت تلهب

جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

فاتح خیبر نے اس متکبرانہ رجز کا جواب دیا:

انا الذی سمتنی امی حیدره　　کلیث غابات کریه المنظره

'میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا، جھاڑی کے شیر کی طرح صہیب اور ڈراؤنا'

یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا اس کے بعد قوتِ حیدری نے حیرت انگیز شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے ہی قلعہ کے دروازہ کو اُکھاڑ ڈالا اور دورانِ جنگ میں ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں دروازہ تھامے ہوئے تھے اور بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ اس دروازہ کو چالیس آدمی ہمت کر کے اُٹھا سکتے تھے بعض روایات میں آتا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم کہ اس دروازہ کو میں نے اپنی جسامت قوت سے نہیں بلکہ ایمانی قوت کے ساتھ اُکھاڑا۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے مولا علی کے بازوؤں کی اور طاقت کی۔ قارئین جب علی کی طاقت بے مثل ہے تو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طاقت کا اندازہ لگانے کی کس کے بس کی بات ہے یہ تو طاقت دینے والا جانے یا لینے والا جانے۔

جنگ صفین

کامل ابن اثیر میں ہے کہ لشکر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف بارہ جانثاروں کو ساتھ لے کر لشکر معاویہ پر حملہ کر دیا اور پورے لشکر کو چیرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ کے قریب پہنچ گئے اور پکار کر فرمایا اے معاویہ! طرفین کے لوگ مفت میں مارے جائیں کیا فائدہ آؤ میرے مقابلہ میں نکلو جو اپنے حریف کو مار دے وہی مستقل ہو جائے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاویہ سے کہا علی کی بات تو ٹھیک ہے معاویہ نے کہا تم جانتے ہو کہ ان کا مقابلہ کرنے جو جاتا ہے وہ زندہ نہیں بچتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تمہارا مطلب سمجھتا ہوں تم مجھے مروانا چاہتے ہو مجھے معاف رکھو۔

قارئین محترم! شیرِ یزداں کی شجاعت و بہادری کے واقعات کو اگر تفصیل کے ساتھ لکھا جائے تو کافی ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں لیکن میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم نوجوانوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح بہادر اور جواں مرد بنائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علم و فضل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی سے درسگاہِ نبوت میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا موقع ملا جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں خود اُن سے روایت ہے کہ میں روزانہ صبح معمولاً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ایک روایت سے ثابت ہے کہ رات دن میں دوبار اس قسم کا موقع ملتا تھا اکثر سفر میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ آپ صحابہ کرام میں غیر معمولی تجربہ اور فضل وکمال کے مالک تھے اور **انا مدینۃ العلم وعلی بابھا** "میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں" جیسی شان سے متصف ہوئے۔ دوسرے صحابہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحریری کام انجام دیتے تھے کاتبانِ وحی میں آپ کا بھی نام ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جو مکاتیب وفرامین لکھے جاتے تھے ان میں سے بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے۔ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے لکھا ہے۔

ذیل میں ہم آپ کے علوم قرآن وحدیث وفقہ واجتہاد قضا وفیصلے کے بارے میں کچھ لکھ کر مستفید ہوتے ہیں۔

تفسیر اور علومِ قرآن

اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ قرآن ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب تھے اور ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآن یاد کرلیا تھا نہ صرف یاد بلکہ قرآن کریم کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا بخدا جتنی آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں ان سب کا مجھے علم ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں اور کہاں نازل ہوئیں اور کس طرح نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ احسان ہے کہ اس نے مجھے قلبِ سلیم عقل وشعور اور زبان گویا عطا فرمائی ہے۔ ابن سعد نے ابی طفیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن شریف کے بارے میں مجھ سے پوچھو میں ہر آیت کی بابت جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن میں۔ میدان پر اُتری یا پہاڑ پر۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اس کمال میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ علم ناسخ ومنسوخ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا اور آپ اس کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور جو لوگ اس علم کو نہ جانتے تھے ان کو درس ووعظ سے روک دیتے تھے۔ آیات کی تفسیر وتاویل کے متعلق آپ سے کثرت سے روایتیں ملتی ہیں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان ظاہری علوم کے علاوہ کچھ خاص باتیں اور بھی بتائی تھیں چنانچہ ان کے شاگردوں نے ان سے پوچھا کہ کیا قرآن کے سوا کچھ اور بھی آپ کے پاس ہے؟ فرمایا قسم ہے اس کی جو دانہ پھاڑ کر درخت اُگاتا ہے اور جو جان کو (جسم کے اندر) پیدا کرتا ہے قرآن کے سوا میرے پاس کچھ اور نہیں لیکن قرآن سمجھنے کی قوت (فہم) یہ دولت خدا جس کو چاہے دیدے ان کے علاوہ چند حدیثیں میرے پاس ہیں۔ (بخاری کتاب الدیاب وابن حنبل، ج ۱ص ۷۹-۱۰۰)

علمِ حدیث

مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن سے لے کر وفاتِ نبوی تک تیس سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت و رفاقت میں بسر کئے اسلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر اسلام کے احکام و فرائض اور ارشاداتِ نبوی کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے پھر تمام اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں وفات نبوی کے بعد سب سے زیادہ عمر آپ نے پائی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تیس برس ارشادات و فادات کی مسند پر جلوہ گر ہوئے خلفائے ثلٰثہ کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ ہی کے سپرد رہی۔ ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا اس لئے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا اسی لئے خلفائے سابقین کے مقابلہ میں آپ کی راویتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیشتر و خلفاء اور اکابر صحابہ کی طرح متشدد تھے اس لئے دوسرے کثیر الروایۃ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں چنانچہ آپ سے کل پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بیس (۲۰) حدیثوں پر بخاری و مسلم دونوں کا اتفاق ہے اور نو (۹) حدیثیں صرف بخاری میں ہیں مسلم میں نہیں اور دس (۱۰) حدیثیں مسلم میں ہیں بخاری میں نہیں اس طرح صحیحین میں آپ کی کل اُنتالیس (۳۹) حدیثیں ہیں۔ آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے رفقاء اور ہمعصروں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الاسود اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاتونِ جنت سے روایتیں کی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلیہ ٔ اقدس، آپ کی نماز و مناجات دعا و نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت رفاقت نبوی میں رہتے تھے اور ان کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔

احادیث کو قلمبند کرنے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہے ان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی داخل ہیں آپ نے فقہی احکام کے متعلق چند حدیثیں لکھی تھیں جن کا نام صحیفہ رکھا تھا اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے اس تحریر کو آپ نے لپیٹ کر اپنی تلوار کی نیام میں رکھا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم، ج ۲ / و کتاب الاعتصام و مسند احمد ابن حنبل، ج ا ص ۷۰۹)

فقہ و اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فقہ و اجتہاد میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی بلکہ علم واطلاع کی وسعت سے دیکھا جائے تو آپ کو اُمتِ مسلمہ کا سب سے بڑا فقیہ، مدبر مفسر، مجتہد ماننا پڑے گا بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی کبھی کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل وکمال کا ممنون ہونا پڑتا تھا فقہ و اجتہاد کیلئے کتاب وسنت کے علم کے علاوہ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، دوراندیشی کی بڑی ضرورت ہوتی ہے اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی آپ کے چند فقیہانہ نکتے حسبِ ذیل ہیں:۔

۱......ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ ممکن نہیں کیونکہ مجنون حدودِ شرعی سے مستثنیٰ ہیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے۔ (ازالۃ الخفاء)

۲......ایک دفعہ حج کے موسم میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا لوگوں نے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواز کے قائل تھے انہوں نے کہا حالتِ احرام میں خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی غیر محرم نے شکار کیا ہے تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے؟ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا؟ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا چنانچہ انہوں نے اُن سے جا کر دریافت کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جب آپ احرام میں تھے ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ تو احرام کی حالت میں ہیں یہ ان کو کھلا دو جو احرام میں نہیں ہیں۔ حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے شہادت دی یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء نے اس کھانے سے پرہیز کیا۔

۳......ایک دفعہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک بار پاؤں دھونے کے بعد کتنے دن تک موزوں پر مسح کر سکتے ہیں فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر دریافت کرو، ان کو معلوم ہوگا کیونکہ وہ سفر میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے چنانچہ وہ سائل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مسافر تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک۔ (مسند ابن حنبل، ج ا ص ۹۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم اوران کی اجتہادی قوت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے حریف بھی دقیق اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر دریافت کیا کہ خنثیٰ مشکل (مخنث) کی مواشت کی کیا صورت ہے یعنی وہ مرد قرار دیا جائے یا عورت؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے حریف بھی علم دین میں ہمارے محتاج ہیں پھر جواب دیا کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہئے کہ وہ مرد ہے یا عورت۔

فقہی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعت نظر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ جو بات نہیں جانتے تھے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے بعض ایسے مسائل جو شرم وحیا اور اپنے رشتہ کی نزاکت کے باعث خود براہِ راست نہیں پوچھ سکتے تھے اس کو کسی دوسرے کے ذریعے سے پوچھوا لیتے تھے چنانچہ مزی کا ناقص وضو ہونا آپ نے اس طرح بالواسطہ دریافت کرایا تھا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گویا تمام عمر مدینہ منورہ میں رہے لیکن آپ کی خلافت کا زمانہ تمام تر کوفہ میں گزرا اور احکام اور مقدمات کے فیصلے کا زیادہ موقع نہیں پیش آیا اس لئے آپ کے مسائل واجتہادات کی زیادہ تر اشاعت عراق میں ہوئی اسی پر حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے فیصلوں پر ہے۔

قضا اور فیصلے

ان ہی خصوصیات کی بناء پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی موزوں تھے اور اس بات کو صحابہ کرام عام طور پر تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے 'اقضانا علی' یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلوں کیلئے سب سے موزوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم (صحابہ) کہا کرتے تھے کہ مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (مستدرک حاکم)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوہر شناس نگاہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس استعداد و قابلیت کا پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 'اقضاہم علی' کی سند مل چکی تھی اور ضرورت کے اوقات میں قضا کی خدمت آپ کے سپرد کی جاتی تھی چنانچہ جب اہل یمن نے اسلام قبول کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں کے عہدہ قضا کیلئے آپ کو منتخب فرمایا۔ حضرت علی رضی تعالیٰ اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہاں نئے نئے مقدمات پیش ہونگے اور مجھے قضا کا تجربہ اور علم ہی نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہ راست اور تمہارے دل کو ثبات واستقلال بخشے گا حضرت علی رضی تعالیٰ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے مقدمات کے فیصلوں میں کبھی پریشانی نہ ہوئی۔ (مسند ابن حنبل، ج ا ص ۳۔ حاکم، ج ۳ ص ۱۳۵)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قضا اور مقدمات کے بعض اصول بھی سکھائے چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا علی جب تم دو آدمیوں کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سن کر فیصلہ نہ کرو اس وقت تک اپنے فیصلے کو روکو جب تک دوسرے کا بیان بھی نہ سن لو۔ (مسند ابن حنبل، ج ا ص ۹۹)

مقدمات میں علم یقین کیلئے اہل مقدمہ اور گواہوں سے جرح اور ان سے سوالات کرنا بھی آپ کے اصول قضا میں داخل تھا ایک مرتبہ ایک زانیہ عورت نے آپکی عدالت میں اپنی نسبت جرم زنا کا اعتراف کیا آپ نے اس سے پے در پے متعدد سوالات کئے جب وہ آخر تک اپنے بیان پر قائم رہی تو اس وقت سزا کا حکم دیا۔ (مسند ابن حنبل، ج ا ص ۱۴۰)

اسی طرح لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے آپ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر تمہاری گواہی جھوٹ نکلی تو میں یہ سزا دوں گا یہ کروں گا وہ کروں گا اسکے بعد کسی دوسرے کام میں مصروف ہوگئے اس سے فراغت کے بعد دیکھا کہ دونوں گواہ موقع پا کر چل دیئے تو آپ نے ملزم کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ مصنف ابی شیبہ)

یمن میں آپ نے دو عجیب و غریب مقدمات کا فیصلہ کیا۔ یمن نیا نیا مسلمان ہوا تھا پرانی باتیں ابھی تازہ تھیں ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس سے ایک ماہ کے اندر تین مرد خلوت کر چکے تھے نو ماہ بعد اس کے لڑکا ہوا اب یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ وہ لڑکا کس کا قرار دیا جائے۔ ہر ایک نے اس کے باپ ہونے کا دعویٰ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کی دیت کے تین حصے کیے پھر قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا اس کے حوالہ لڑکا دیا اور بقیہ دونوں کو دیت کے تین حصوں میں سے دو حصے اس سے لے کر دلوا دیئے گویا غلام کے مسئلہ پر اس کو قیاس کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ سنا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ (مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۳۵)

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ چند لوگوں نے شیر پھنسانے کیلئے ایک کنواں کھودا تھا شیر اس میں گر گیا چند اشخاص مذاق میں ایک دوسرے کو کنویں کی طرف دھکیل رہے تھے کہ اتفاق سے ایک کا پیر پھسلا اور وہ اس کنویں میں گر گیا اس نے اپنی جان بچانے کیلئے بدحواسی میں دوسرے کی کمر پکڑی وہ بھی سنبھل نہ سکا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا غرض چاروں اس کنویں میں گر پڑے اور شیر نے چاروں کو مار ڈالا۔ ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادۂ جنگ ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس ہنگامہ وفساد سے روکا اور فرمایا کہ ایک رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی موجودگی میں یہ فتنہ وفساد مناسب نہیں میں فیصلہ کرتا ہوں اگر وہ پسند نہ ہو تو دربارِ رسالت میں جا کر تم اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہو لوگوں نے رضامندی ظاہر کی آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے کنواں کھودا تھا ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری، ایک ایک تہائی، ایک ایک چوتھائی، ایک آدھی پہلے مقتول کو ایک چوتھائی خون بہا دوسرے کو ثلث تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خوں بہا دلایا لوگ اس بظاہر عجیب و غریب فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہو کر اس فیصلہ کا مرافعہ (اپیل) عدالتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔
(مسند ابن حنبل، ج ۱ ص ۷۷)

اب غور کیجئے کہ اصل جرم ان لوگوں کا تھا جنہوں نے آبادی کے قریب کنواں کھود کر شیر پھنسانے کی غلطی کی تھی اس لئے کسی متعین قاتل نہ ہونے کے سبب سے قسامت کے اصول سے خون بہا کو ان کے کھودنے والوں اور ان کے ہم قبیلوں پر عائد کیا۔

ایک اور مقدمہ کا اس سے بھی زیادہ دلچسپ فیصلہ آپ نے فرمایا۔ دو شخص (غالباً مسافر) تھے ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں دونوں مل کر ایک ساتھ کھانے کو بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک تیسرا مسافر بھی آ گیا وہ بھی کھانے میں شریک ہوگیا کھانے سے جب فراغت ہوئی تو اس تیسرے نے آٹھ درہم اپنی حصہ کی روٹیوں کی قیمت دے دی اور آگے بڑھ گیا جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو ان کی تین روٹیوں کی قیمت تین درہم دیئے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا یہ معاملہ عدالتِ حیدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پیش ہوا آپ نے دوسرے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کر رہا ہے اس کو قبول کرلو اس میں زیادہ نفع تمہارا ہے لیکن اس نے کہا کہ حق کے ساتھ جو فیصلہ ہو مجھے منظور ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ تم کو صرف ایک درہم ملے اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہئے اس عجیب فیصلہ سے وہ متحیر ہوگیا آپ نے فرمایا کہ تم تین آدمی تھے تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر کا حصہ دیا تمہاری تین روٹیوں کے حصے تین جگہ کئے جائیں تو نو (۹) ٹکڑے ہوتے ہیں تم اپنے نو (۹) ٹکڑوں اور اس کے پندرہ (۱۵) ٹکڑوں کو جمع کرو تو ٹوٹل چوبیس (۲۴) ٹکڑے بنتے ہیں تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں تم نے اپنے نو (۹) سے آٹھ (۸) خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا تمہارے رفیق نے اپنے پندرہ (۱۵) ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیئے اس لئے آٹھ درہم میں سے ایک کے تم اور سات کا تمہارا رفیق مستحق ہے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی بروایت زر بن حبیش)

کبھی کبھی کوئی لغو مقدمہ پیش ہوتا تو آپ زندہ دلی کا ثبوت دیتے تھے ایک شخص نے دوسرے شخص کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ یہ شخص میری ماں کی آبروریزی کر رہا ہے فرمایا ملزم کو دھوپ میں لے جا کر کھڑا کرو اور اس کے سایہ کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو۔ (ایضاً بحوالہ ابن شیبہ)

دُراج نے قاضی شریح کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں شرکت کیلئے تیار ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ کی زرہ کھو گئی ہے جب جنگ ختم ہوگئی اور آپ کوفہ واپس تشریف لائے تو ایک یہودی کے پاس آپ نے اپنی زرہ دیکھی آپ نے اس سے فرمایا کہ زرہ تو میری ہے نہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے پھر یہ تیسرے پاس کیسے آگئی اس نے کہا یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے آپ نے فرمایا میں قاضی کے پاس جاتا ہوں تا کہ وہ فیصلہ کردے چنانچہ آپ قاضی شریح کے پاس آئے اور ان کے برابر بیٹھ گئے اور قاضی شریح سے کہا اگر میرا مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر ہی عدالت میں مخصوص مقام پر کھڑا ہوتا لیکن میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے یہود کو حقیر سمجھا ہے تو تم بھی ان کو حقیر سمجھو۔ قاضی شرح نے کہا آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ زرہ میری ہے نہ میں نے اس کو فروخت کیا ہے اور نہ ہی ہبہ۔ قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا تمہارا کیا جواب ہے؟ یہودی نے کہا کہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی شریح نے کہا یا امیر المومنین! آپ کا کوئی گواہ بھی ہے آپ نے فرمایا ہاں ہے ایک میرا غلام قنبر اور میرا فرزند حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بات کے گواہ ہیں کہ زرہ میری ہے قاضی شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے واسطے (مقدمہ میں) دُرست نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اہل جنت کی گواہی نا درست و نا جائز ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اہل جنت کے سردار ہیں بات یہاں تک ہی پہنچی تھی کہ اس یہودی نے باآواز بلند کہا کہ اے امیر المومنین! آپ مقدمہ کے تصفیہ کیلئے مجھے قاضی کے پاس لے آئے باوجودیکہ آپ امیر المومنین (صاحبِ اختیار) ہیں اور پھر قاضی نے آپ سے اس طرح جرح کی جس طرح عام لوگوں سے کی جاتی ہے۔ یہی آپ کے دین کی سچائی ہے بیشک زرہ آپ ہی کی ملکیت ہے میں مسلمان ہوتا ہوں یہ کہہ کر کلمہ پڑھ لیا۔

ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے آئے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ایک گدھا تھا اس شخص کی گائے نے اس کو مار ڈالا ہے حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی کیا ذمہ دار ہوسکتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ وہ دونوں جانور بندھے ہوئے تھے یا کھلے ہوئے تھے؟ یا ان میں سے ایک بندھا ہوا تھا۔ گدھے کے مالک نے کہا کہ میرا گدھا بندھا ہوا تھا اور اس کی گائے کھلی ہوئی تھی اور یہ اس کے ساتھ کھڑا تھا گائے کے مالک نے اس بات کی تصدیق کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہے کہ گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، علی کا فیصلہ درست ہے چنانچہ وہی فیصلہ جاری کیا گیا۔ (نورالابصار ص ۸۸)

سوال و جواب

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ مجھے بتایئے ہمارا ربّ کب سے ہے یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ وہ ایسی ذات نہیں کہ 'کبھی نہیں تھا اور پھر ہو گیا' وہ ہمیشہ سے ہے نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ اس کی انتہاء ہے تمام نہایتیں اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں وہ ہر انتہا کی انتہا ہے یہ سن کر وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دس (۱۰) آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا سوال ایک ہی ہے لیکن ہم اس کا جواب الگ الگ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا پوچھو کیا سوال ہے انہوں نے کہا 'علم بہتر ہے یا مال' آپ نے اس طرح جواب دینا شروع کیا:۔

۱ ...... علم افضل ہے اس لئے کہ مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے جبکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

۲ ...... علم افضل ہے اس لئے کہ مال فرعون وہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔

۳ ...... علم اعلیٰ ہے مال سے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

۴ ...... علم اعلیٰ ہے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے مگر علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

۵ ...... علم بہتر ہے مال سے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہے علم کو نہیں۔

۶ ...... علم بہتر ہے کہ صاحبِ مال کبھی کبھی بخیل کہلاتا ہے مگر صاحبِ علم کریم ہی کہلاتا ہے۔

۷ ...... علم افضل ہے کہ اس سے دل کو روشنی ملتی ہے اور مال سے دل تیرہ وتار ہو جاتا ہے۔

۸ ...... علم اعلیٰ ہے کہ مال سے بے شمار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں مگر علم سے ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے۔

۹ ...... علم بہتر ہے کہ یومِ قیامت کو مال کا حساب ہو گا مگر علم پر کوئی حساب نہ ہو گا۔

۱۰ ...... علم افضل ہے مال سے کہ کثرتِ مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

خلافت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منصب کے قبول کرنے کیلئے سخت اصرار کیا انہوں نے پہلے اس بارگراں کے اُٹھانے سے انکار کردیا لیکن مہاجرین وانصار کے اصرار سے مجبور ہوکر خلافت کو قبول فرمایا اور اس واقعہ کے تیسرے دن ۲۱ ذی الحجہ دوشنبہ کے دن مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئی۔ بیعت کے اندر حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جب تک لوگ راہِ راست پر نہیں آجاتے اور مملکت میں تمام اُمور میں نظم وضبط نہیں آجاتا میں اس وقت تک تمہاری رائے پر عمل نہیں کرسکتا لیکن اس کے ساتھ مجھے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے جب فتنوں نے سر اُٹھالیا تھا لہٰذا آپ کے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی آپ کو چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس وقت آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اس وقت مدینہ منورہ قاتلین عثمان کے قبضہ میں تھا اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا اتفاق سے وہ مفسدین جنہوں نے ہنگامہ برپا کرکے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سانحہ نہایت اہم تھا اور اس کا قصاص لیا جانا چاہیے تھا مگر اصل قاتلوں کا پتا صرف مفسدوں کو تھا موقع کا عینی شاہد موجود نہ تھا اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے نہایت پریشان کن مرحلہ عثمانی عمال تھے آپ نے تمام عثمانی عمال کو معزول کردیا چنانچہ بصرہ پر عثمان بن حنیف کوفہ پر عمارہ بن شہاب یمن پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر پر قیس بن سعد اور شام پر سہیل بن حنیف کو گورنر مقرر کردیا نئے مقررہ کردہ عاملوں میں سے کوفہ کا عامل راستے ہی سے واپس لوٹ آیا اہل کوفہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو قبول کرنے سے انکار کردیا قیس بن سعد نے بڑی حکمت سے اپنے عہد کا چارج لیا یمن اور بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمال کو تسلیم کرلیا گیا شام کے نامزد والی جب سرحد شام میں داخل ہوئے تو انہیں آگے جانے سے روک دیا گیا اور وہ بھی واپس آگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں ایک قاصد کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیعت کیلئے بھیجا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک قاتلین عثمان سے قصاص نہ لیا جائیگا اس وقت بیعت نہ ہوگی۔ صورت حال ابتر ہوچکی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سنبھالا دینے کی بطور احسن کوشش کی لیکن وہ اُمتِ مسلمہ کو جنگ وجدال سے نہ بچاسکے۔ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ سے ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر قصاص عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ کیا جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

اس بات کی خبر ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے بصرہ راستے ہی میں پڑتا تھا وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا اور یہاں جنگ ہوئی یہ لڑائی جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے اس جنگ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوگئے ان کے علاوہ طرفین کے تیرہ ہزار مسلمان کام آگئے یہ واقعہ جمادی الآخر ۳۶ھ میں پیش آیا۔ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ روز قیام کیا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے آپ کے کوفہ پہنچنے کے بعد آپ پر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خروج کردیا ان کے ساتھ شامی لشکر تھا کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر ماہِ صفر ۳۷ھ میں خوب معرکہ آرائی ہوئی اور لڑائی کا یہ سلسلہ کئی روز جاری رہا آخر کار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غور وفکر کرنے کے بعد شامیوں نے قرآن شریف نیزوں پر بلند کردیئے لوگوں نے اس صورت میں لڑائی سے ہاتھ روک لیا (جنگ موقوف کردی) طرفین سے صلح کیلئے ایک ایک شخص بطور حکم مقرر ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم مقرر ہوئے دونوں حضرات نے ایک معاہدہ تحریر کیا کہ آئندہ سال اسی مقام ازرح میں جمع ہوکر اصلاحِ اُمت کے بارے میں گفتگو کی جائے گی اس معاہدے کے بعد طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہوگئے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ واپس چلے گئے جب آپ کوفہ واپس آگئے تو ایک جماعت (خوارج) آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی اور انہوں نے حضرت علی کی خلافت سے انکار کرکے لاحکم الا اللہ (سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں) کا نعرہ بلند کیا اور اپنا لشکر بنا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سرکوبی کیلئے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا طرفین میں جنگ ہوئی لڑائی کے بعد کچھ لوگ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوگئے اور کچھ اپنے عقیدے پر جمے رہے اور مقابلہ سے بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے لوٹ مار شروع کردی آخر کار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہروان پہنچے اور ان سب کو تہ تیغ کرڈالا۔ خوارج سے یہ جنگ ۳۸ھ میں ہوئی اسی سال ۳۸ھ میں سابقہ معاہدہ کے مطابق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام مقام ازرح میں جمع ہوئے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ زور بیان سے ابوموسیٰ اشعری پر چھاگئے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے معزول کردیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت پر فائز کرکے ان سے خلافت پر بیعت کرلی اس فیصلے سے لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت سے لوگوں نے بدستور خلافت پر قائم رکھا (یعنی آپ ہی کو خلیفہ تسلیم کیا) اور بہت سے لوگ آپ سے کٹ گئے۔

باوجود اس کے کہ آپ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں میں باہمی نزاع ہوا فتنہ وفساد زور وشور سے پھیلا لیکن آپ نے بحیثیتِ خلیفہ مسلمانوں کے درمیان صلح وصفائی کی بہت کوشش کی فتنہ وفساد کی آگ کو بجھانے کی سعی فرمائی اور اس ڈھب سے اور اس طرز سے خلافت کا وقت گزارا کہ خلفائے ثلاثہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جنگ وجدال کے باوجود اپنی رعایا کا بہت خیال رکھتے تھے مالِ غنیمت کی تقسیم اسی طرح فرماتے جیسے خلفائے ثلاثہ کے دور میں ہوتی بیت المال کی کڑی نگرانی فرماتے اقربا پروری کو سخت ناپسند فرماتے اور جو کچھ اپنے پاس ہوتا غربا وفقراء میں تقسیم فرماتے آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں معمولی چادر اوڑھے ہوئے تھے جسد مبارک کانپ رہا تھا ایک شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین! بیت المال میں آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا بھی حق ہے آپ خود پر اتنی تکلیف کیوں سہتے ہیں؟ جواب میں فرمایا میں تمہارے حصہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا یہ چادر میں مدینہ سے لایا تھا عہدِ خلافت میں تنہا بازار تشریف لیجاتے کمزوروں اور ناتوانوں کی مدد فرماتے اور مسافروں کی رہنمائی فرماتے اپنا سارا کام سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنے ہاتھ سے انجام فرماتے اکثر اوقات فرشِ خاکی پر آرام فرماتے مشکل سے مشکل حالات میں بھی نہ گھبراتے اور اصلاح واحوال کیلئے مقدور بھر جدوجہد فرماتے رہے اور کبھی حوصلہ پست نہ ہوا خلافت کے بارگراں کے باوجود آپ ہمہ وقت عبادت وریاضت میں مصروف رہتے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ علی قائم اللیل اور صائم النہار تھے (یعنی رات کو اللہ کے حضور کھڑا ہونے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے)۔

قارئین یہ خلافت مرتضوی کی چند جھلکیاں ہیں جو میں نے آپ کے سامنے نہایت اختصار کے ساتھ پیش کی ہیں آپ کے دورِ خلافت کا بیان ایک مستقل تصنیف کا متقاضی ہے لیکن ابھی ہم نے آپ کی ذات کی کچھ اور صفات بھی بیان کرنی ہیں اس لئے یہاں اختصار سے کام لیا ہے تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کا ہر رنگ ہم دیکھ سکیں۔

کرامات

مولائے کائنات کی کرامات تو بے شمار ہیں لیکن یہاں میں چند کرامات پیش کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ کرامت کس کو کہتے ہیں۔

کرامت کیا ہے ؟

مومن متقی سے اگر کوئی ایسی نادر الوجود و تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادت نہیں ہوا کرتی تو اس کو 'کرامت' کہتے ہیں اسی قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم السلام سے اعلانِ نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو 'ارہاص' اور اعلانِ نبوت کے بعد ہوں تو 'معجزہ' کہلاتی ہیں اور اگر عام مومنین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو 'معونت' کہتے ہیں اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو 'استدراج' کہا جاتا ہے۔

لیکن ایک بات یاد رہے کہ ولی کیلئے احکام شریعہ پر استقامت ضروری ہے کرامت ولایت کیلئے شرط نہیں ہے۔ اب ذیل میں ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامات پیش کرتے ہیں جو کہ امام الاولیاء ہیں۔

قبر والوں سے سوال و جواب

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں گئے تو آپ نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا اے قبر والو! السلام علیکم و رحمۃ اللہ! کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم لوگوں کو تمہاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب میں قبروں سے آواز آئی 'وعلیک السلام ورحمۃ اللہ! اے امیر المومنین آپ ہی ہمیں سنایئے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا کیا معاملات ہوئے؟ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ قبر والو! تمہارے بعد تمہارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں سے نکاح کر لیا اور تمہارے مال و دولت کو تمہارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو کر در بدر پھر رہے ہیں اور تمہارے مضبوط اور اونچے اونچے محلوں میں تمہارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردہ کی یہ دردناک آواز آئی کہ اے امیر المومنین! ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا اس کو ہم نے یہاں پا لیا ہے اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں گھاٹا ہی گھاٹا اٹھانا پڑا ہے۔ (حجۃ علی العالمین، ج ۲ ص ۸۶۳)

گرتی ہوئی دیوار تھم گئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دیوار کے سائے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمانے کیلئے بیٹھ گئے درمیان مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المومنین! یہاں سے اُٹھ جایئے یہ دیوار گر رہی ہے آپ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ مقدمہ کی کاروائی جاری رکھو اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و ناصرو نگہبان ہے چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چل دیئے تو فوراً وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد۲ ص۲۷۳)

درہ خیبر کا وزن جو آپ نے اٹھایا تھا

جنگِ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے جوشِ جہاد میں آگے بڑھ کر قلعہ خیبر کا پھاٹک اُکھاڑ ڈالا اور اسکے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے تھے یہ کواڑا اتنا بھاری تھا اور وزنی کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہ اُٹھا سکے۔ (زرقانی، ج۱ ص۲۳۰)

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

روایت ہے کہ ایک حبشی غلام جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتہائی مخلص محب تھا شامتِ اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کرلی لوگوں نے اس کو پکڑ کر دربارِ خلافت میں پیش کردیا اور غلام نے اپنے جرم کا اقرار بھی کرلیا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جب وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن الکراء سے اس کی ملاقات ہوگئی ابن الکراء نے پوچھا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا ہے تو غلام نے کہا امیر المومنین و یعسوب المسلمین دامادِ رسول و زوجِ بتول نے۔ ابن الکراء نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارا ہاتھ کاٹ دیا پھر بھی تم اس قدر اعزاز و اکرام اور مدح وثناء کے ساتھ ان کا نام لیتے ہو؟ غلام نے کہا کہ کیا ہوا، انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے عذابِ جہنم سے بچا لیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کی گفتگو سنی اور امیر المومنین سے اس کا تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے اس غلام کو بلوا کر اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے چھپا دیا پھر کچھ پڑھنا شروع کردیا اتنے میں ایک غیبی آواز آئی کہ رومال ہٹاؤ جب لوگوں نے رومال ہٹایا تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ کلائی سے اس طرح جڑ گیا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان بھی نہیں تھا۔ (تفسیر کبیر، ج۵ ص۴۷۹)

ذرا دیر میں قرآن مجید ختم کرلیتے

یہ کرامت روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھنے تک اتنی دیر میں ایک قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ،ص ۱۶۰)

اشارہ سے دریا کی طغیانی ختم

ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آگئی کہ سیلاب میں تمام کھیتیاں غرقاب ہوگئیں لوگوں نے آپ کے دربارِ گوہر بار میں فریاد کی آپ فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ مبارک وعمامہ زیب تن فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور آدمیوں کی ایک جماعت جس میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے آپ کے ساتھ چل پڑے آپ نے پل پر پہنچ کر اپنے عصاء سے نہر فرات کی طرف اشارہ کیا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہوگیا پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز کم ہوگیا جب تیسری بار اشارہ کیا تو تین گز پانی اُتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا۔ لوگوں نے شور مچایا کہ امیر المومنین بس کیجئے یہی کافی ہے۔ (شواہد النبوۃ،ص ۱۶۲)

آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہوگیا

علی بن زاذان کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بے باکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اے امیر المومنین! آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوجائیگا اس گستاخ نے کہہ دیا کہ آپ میرے لئے بددعا کیجئے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہوگیا اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد۲،ص ۲۷۳)

فالج زدہ اچھا ہوگیا

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب 'طبقات' میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں شاہزادگان امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ حرم کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیانی رات میں ناگہاں یہ سنا کہ ایک شخص بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کیلئے دعا مانگ رہا ہے اور زار زار رو رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ وہ شخص اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور وہ زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا آپ نے اس کا قصہ دریافت کیا تو اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں بہت ہی بے باکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہوں میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت ہی صالح اور پابندِ شریعت مسلمان تھا بار بار مجھ کو ٹوکتا اور گناہوں سے منع کرتا رہتا تھا میں نے ایک دن اپنے باپ کی نصیحت سے ناراض ہوکر اس کو مار دیا اور میری مار کھا کر میرا باپ رنج و غم میں ڈوبا ہوا حرم کعبہ میں آیا اور میرے لئے بددعا کرنے لگا ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بالکل اچانک ہی میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہوگیا اور میں زمین پر گھسٹ کر چلنے لگا اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رو رو کر اپنے باپ سے اپنے جرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقتِ پدری سے مجبور ہوکر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف کر دیا اور کہا کہ بیٹا چل جہاں میں نے تیرے لئے بددعا کی تھی اسی جگہ اب میں تیرے لئے صحت و سلامتی کی دعا مانگوں گا چنانچہ میں اپنے باپ کو اونٹنی پر سوار کر کے مکہ معظمہ لا رہا تھا کہ راستے میں بالکل ناگہاں اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ پر سے گر کر دو چٹانوں کے درمیان ہلاک ہوگیا اور اب میں اکیلا ہی حرم کعبہ میں آکر دن رات رو رو کر خدا تعالیٰ سے اپنی تندرستی کیلئے دعائیں مانگتا رہتا ہوں امیر المومنین نے ساری سرگزشت سن کر فرمایا اے شخص! واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہوگیا تھا تو اطمینان رکھ کہ خداوند کریم بھی تجھ سے خوش ہوگیا ہے اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! میں بہ حلف شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہوگیا تھا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کو تسلی دی اور چند رکعت نماز پڑھ کر اس کی تندرستی کیلئے دعا مانگی پھر فرمایا اے شخص اُٹھ کھڑا ہوجا! یہ سنتے ہی وہ شخص بلا تکلف کھڑا ہوگیا اور چلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہوگیا تھا تو میں ہرگز تیرے لئے دعا نہ کرتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ج ۲ ص ۸۶۳)

شوہر عورت کا بیٹا نکلا

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے صبح کو امیر المومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا تو شوہر نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں کیا کروں؟ نکاح کے بعد مجھے اس عورت سے بے انتہا نفرت ہو گئی۔ یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی پھر بات بڑھ گئی اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی آپ نے تمام حاضرین دربار کو باہر نکال دیا اور عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں اس کا سچ سچ جواب دینا پھر آپ نے فرمایا اے عورت! تیرا نام یہ ہے، تیرے باپ کا نام یہ ہے؟ عورت نے کہا بالکل ٹھیک آپ نے بتایا پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورت! تو یاد کر کہ تو زنا کاری سے حاملہ ہو گئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی جب درد زہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے اس گھر سے باہر لے گئی اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے پاس آیا تیری ماں نے اس کتے کو پتھر مارا لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا تیری ماں کو بچے پر رحم آ گیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو کچھ خبر نہیں ملی' کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا کہ ہاں اے امیر المومنین! یہ پورا واقعہ حرف بحرف صحیح ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اے مرد! تو اپنا سر کھول کر اس کو دکھا دے مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عورت! یہ مرد تیرا شوہر نہیں بلکہ تیرا بیٹا ہے تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچا لیا اب تو اپنے اس بیٹے کو لے کر اپنے گھر چلی جا۔ (شواہد النبوۃ، ص ۱۶۷)

پتھر اٹھایا تو چشمہ اُبل پڑا

مقام صفین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا پورا لشکر پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گیا وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا اور اس نے بتایا کہ یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر پانی مل سکے گا کچھ لوگوں نے اجازت طلب کی تاکہ وہاں سے جا کر پانی پئیں یہ سن کر آپ اپنے خچر پر سوار ہو گئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس جگہ تم لوگ زمین کو کھودو چنانچہ لوگوں نے زمین کی کھدائی شروع کر دی تو ایک پتھر ظاہر ہوا لوگوں نے اس پتھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی لیکن تمام آلات بے کار ہو گئے اور وہ پتھر نہ نکل سکا یہ دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنی سواری سے اُتر کر آستین چڑھائی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراڑ میں ڈال کر زور لگایا تو وہ پتھر نکل پڑا اور اس کے نیچے سے ایک نہایت ہی صاف شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور لشکر کی تمام مشکوں کو بھی بھر لیا پھر آپ نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ گرجا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ فرشتہ ہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر آپ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند باتوں کی وصیت بھی فرمائی ہے یہ سن کر وہ عیسائی راہب کلمہ شریف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، تم نے اتنی مدت تک اسلام کیوں قبول نہیں کیا تھا؟ راہب نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گرجا گھر کے قریب جو ایک چشمہ پوشیدہ ہے اس چشمہ کو وہ شخص ظاہر کرے گا جو یا تو نبی ہو گا یا نبی کا صحابی ہو گا چنانچہ میں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اس گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے اب آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا تو میری مراد بر آئی اس لئے میں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا۔ راہب کی تقریر سن کر آپ رو پڑے اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا، الحمد للہ کہ ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے۔ یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا اور اس کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی۔ (شواہد النبوۃ، ص ۱۶۴)

جود و سخا

جود وسخا میں فرق یہ ہے کہ سخی وہ ہوتا ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے اور جواد وہ ہے جو خود نہ کھائے بلکہ دوسروں کو بغیر کسی غرض وعوض کے کھلائے اور بخیل وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو کھلائے۔ جواد حقیقی حق سبحانہ کی صفت ہے جو بغیر کسی غرض وعوض کے مخلوقات کو نوازتا ہے اور پھر اللہ کی عطا سے اس کائنات کے سب سے بڑے جواد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اس صفت جوادیت سے اپنے تمام صحابہ کو نوازا ہے اور بلاشبہ جو صحابی جتنے قریب رہے وہ اتنے ہی فیضیاب ہوئے۔ ذیل میں ہم مولائے کائنات جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جود وسخا کے چند واقعات پیش کرتے ہیں۔

﴿۱﴾

الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سرا و علانیۃ (پ۳۔سورۂ بقرہ۔رکوع۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں دن اور رات میں چھپے اور ظاہر۔

یہ آیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ آپ کے پاس صرف چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا آپ نے ان چاروں کو خیرات کردیا ایک رات میں ایک دن میں ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر۔ صدقہ کرنا بہت ہی افضل عمل ہے اور بالخصوص چھپ کر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ بھی دیا ظاہر کرکے بھی اور پوشیدہ بھی تاکہ بہتر پر بھی عمل ہوجائے اور بہتر سے بہتر پر بھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ آپ نے راہِ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کیے تھے دس ہزار رات کو، دس ہزار دن میں، دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر۔ دونوں اقوال کے مطابق دونوں اصحاب کی شان نمایاں ہورہی ہے یا یوں سمجھ لیا جائے کہ یہ آیت دونوں اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی۔

﴿۲﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوگئے حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابہ کرام علیہم الرضوان بیمار پرسی کو تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے فرزند بیمار ہیں تم اللہ کیلئے کوئی نذر مانو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیّدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی لونڈی سب نے تین روزوں کی نذر مانی۔ دونوں شہزادے اللہ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہوئے تو تینوں نے روزے رکھے جس دن روزہ رکھا اس دن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ شمعون یہودی کے پاس گئے اور چند سیر جَو بطورِ قرض لائے۔ سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس میں سے کچھ جَو چکی میں پیسے اور گھر کے پانچ آدمیوں کے حساب سے شام کی روٹیاں پکائیں اور افطار کے وقت لاکر سامنے رکھیں ابھی لقمہ لے کر منہ میں نہ ڈالا تھا کہ دروازے پر آکر ایک فقیر نے سوال کیا کہ سلامتی ہو تم پر اے اہل بیت رسول اللہ! میں ایک مسکین مسلمان ہوں تمہارے دروازے پر آیا ہوں مجھے کھانا دو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے خوانوں پر کھلائے گا یہ سن کر ان مقدس حضرات نے وہ ساری روٹیاں اس مسکین سائل کے حوالے کردیں اور خود پانی پی کر سو رہے دوسرے دن پھر روزہ رکھا اسی طرح کچھ جَو پیس کر شام کو کھانا تیار کیا افطار کے وقت ایک یتیم آگیا وہ روٹیاں اس کو دیدیں اور پانی پی کر تیسرے دن کا بھی روزہ رکھ لیا تیسرے دن ایک غلام آیا اور ساری روٹیاں اسکے حوالے کردیں چوتھے روز صبح کو اُٹھے تو بھوک کی شدت اور ضعف سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے اس وقت حضرت سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کی حالت دیکھی تو بے قرار ہوئے یہاں تک کہ آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی اس وقت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اہل بیت رسول اللہ! تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يوفون بالنذر ويخافون يوما كان شره مستطيرا و يطعمون الطعام علىٰ حبه مسكينا و يتيما و اسيرا الخ (سورۃ الدھر)

ترجمۂ کنزالایمان: (یہ ہیں وہ لوگ) جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین و یتیم و اسیر کو۔

(تفسیر کبیر ۸/۲۷۶، خازن ومدارک ۴/۳۳۰، الریاض النضرہ ۲/۳۰۲، روح البیان ۶/۵۳۶)

﴿۳﴾ محمد بن کعب قرظی (تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ، ج ۴ ص ۲۳،۲۴)

اس سے آپ مولا علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں کہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور حبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کس قدر مال راہِ خدا میں غربا و فقراء کو عنایت فرمایا کرتے تھے آج حُبِّ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ کرنے والوں کو ذرا دامن میں جھانکنا چاہیے کہ وہ مال و اسباب کے ہوتے ہوئے لوگوں کی جو ضرورت مند ہوتے ہیں کس قدر مدد کرتے ہیں اور اپنے دعویٰ میں کس قدر سچے ہیں کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی خصلتوں کو بھی اپناتا ہے۔

﴿۴﴾ ایک دن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا، اس لئے رو رہا ہوں کہ سات دن سے کوئی مہمان میرے گھر نہیں آیا۔ (کیمیائے سعادت، ص ۵۳۰)

سبحان اللہ! کیا شان ہے مولا علی رضی اللہ عنہ کی کہ سخاوت کا موقع نہ ملنے پر روتے ہیں اور آج ہم ہیں جو ان کی محبت کے دعویدار ہیں کسی کو دینا پڑے تو رونا آتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے، جب دنیا تمہارے سامنے (پاس) آئے تو خرچ کرو کیونکہ وہ تم ہی کو پہنچے گی اور جب وہ تم سے منہ موڑے تب بھی خرچ کرو کہ آخرکار وہ رہنے والی نہیں ہے۔ (کیمیائے سعادت، ص ۵۱۷)

خلفائے ثلاثہ اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں تشریف لائے تو ابن الکواء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر آپ سے یہ دریافت کیا کہ آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے' یہ بات کہاں تک سچ ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کی تو اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ کیوں تراشوں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا میں ان دونوں حضرات کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا یہ تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفعتاً نہ کسی نے قتل کیا اور نہ یکا یک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیماری نے شدت اختیار کی اور موذن نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز (پڑھانے) کیلئے حسبِ معمول بلایا تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بموجب حکم نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا اس عرصہ میں ایک بار جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے ایک نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں ہو، جاؤ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے معاملات میں (دربارِ خلافت) غور کیا اور پھر ایسے شخص کو اپنی دنیا کے واسطے بھی اختیار کیا جس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین (امامت) کیلئے منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اور دنیا دونوں کے قائم کرنے والے تھے لہٰذا ہم سب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی اور سچی بات بھی یہی ہے کہ آپ ہی اس کے اہل تھے۔ اسی واسطے آپ کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے روگردانی کی میں نے (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسی بناء پر آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی مالِ غنیمت اور بیت المال سے آپ نے جو دے دیا وہ بخوشی قبول کر لیا اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کیلئے بھیجا میں گیا اور دل کھول کر لڑا۔ یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں (حد جاری کی) یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ابن عساکر نے سوید بن غفلہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابوسفیان حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا، اے علی! اور اے عباس! کیا بات ہے کہ خلافت قریش کے اس قبیلے میں گئی جو مرتبہ کے اعتبار سے کم اور تعداد کے لحاظ سے بھی قلیل ہی ہے بخدا اگر تم دونوں آمادہ ہو تو ہم مدینہ کو اپنے حامیوں اور مؤیدوں کے لشکر سے بھر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم میں ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا اگر ہم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خلافت کا اہل نہ سمجھا ہوتا تو ہم اس آسانی سے منصبِ خلافت ان کے حوالے نہ کرتے۔ اے ابوسفیان! اہل ایمان کا شعار خلوص و صداقت ہے وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں خواہ ان کے مستقر اور ان کے اجسام میں مکانی طور پر کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو قلب و زبان کا تفاوت اور قول و عمل کا تضاد منافقین کا شیوہ ہے۔ (المرتضیٰ بحوالہ کنز العمال، ج ۳ ص ۱۴۱)

محبت و اعتماد کا یہ تعلق (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان) جانبین سے تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک فرزند کا نام ابوبکر رکھا اور ایک صاحبزادہ محمد کو گود لیا اور خصوصی نگہداشت کی اور ایک علاقہ کی گورنری کا بھی ان کو اہل سمجھا اور ان کو نامزد کیا۔ (المرتضیٰ بحوالہ البدایہ والنہایہ، ج ۷ ص ۳۳۲۔ تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار بکری)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی پھر مسجد سے نکل کر ٹہلنے لگے آپ نے دیکھا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں آپ نے بڑھ کر ان کو اپنے کاندھے پر اُٹھا لیا اور فرمایا، میرے ماں باپ قربان! یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسنے لگے۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ان تمام باتوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان دونوں اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کتنی محبت تھی اور وہ (رحماء بینھم) کے مصداق آپس میں کتنے رحمدل تھے اور ایک دوسرے سے کتنی محبت رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اور ان کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامزد ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کیلئے اس لئے نامزد کیا تھا کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قوتِ فیصلہ مستقل مزاجی اور عقل ورائے کی پختگی بدرجہ اتم موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے کی طرح میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی حقوق ادا کیے اور مکمل طور پر ان کی اطاعت کی جو کچھ انہوں نے مجھے عطا کیا میں نے لیا انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کیے اور آپ کے عہد میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزا دی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خیرخواہ، قابل اعتماد رفیق و مشیر تھے حکیمانہ انداز میں مشکل سے مشکل مسئلہ کو اس طرح حل کر دیتے کہ شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہ رہتی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

لو لا علي لهلك عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (الاستیعاب از ابن عبدالبر، ۲۰۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیت المقدس کے سفر پر گئے تو اپنی جگہ پر قائم مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو بنا کر گئے۔ (المرتضیٰ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں دے دیا تھا اور یہ دلیل ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتنی عزت دل میں رکھتے تھے اور ان کا آپس میں کس درجہ پیار تھا۔

(المرتضیٰ بحوالہ مجالس المومنین از قاضی نوراللہ الشوستری ...... المسالک شرح الشرائع از ابی القاسم القمی۔ یہ دونوں شیعہ عالم ہیں)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلیفہ منتخب کرنے کی ذمہ داری ایک مجلس کے سپرد کی جو چھ افراد پر مشتمل تھی وہ چھ افراد یہ تھے: (۱) حضرت عثمان غنی (۲) حضرت علی (۳) حضرت طلحہ بن عبید اللہ (٤) حضرت زبیر بن العوام (٥) حضرت سعد بن ابی وقاص (٦) اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور ہم سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر کردے ہم سب اس کی اطاعت کرینگے اور اس کے احکام کو برضا و رغبت بجا لائینگے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر خود بیعت کی اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا وہ (اصل میں) دوسرے کی بیعت کیلئے تھا بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی اور پہلے خلفاء کی طرح ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقوق ادا کئے ان کی قیادت میں جنگیں لڑیں ان کے عطیات کو قبول کیا اور شرعی سزائیں بھی دیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد میں نے سوچا کہ وہ دونوں خلیفہ جن کی میں نے لفظ بالصلوٰۃ کے ساتھ بیعت کی تھی انتقال فرما چکے ہیں اور جن کی بیعت کیلئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی اب رخصت ہوگئے پس یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مدافعت اور باغیوں سے مقابلہ کرنے کیلئے اجازت طلب کی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں خدا کا واسطہ اس شخص کو دیتا ہوں جو اللہ کو جانتا ہے اور اس کو حق سمجھتا ہے اور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ میرا اس پر کوئی حق ہے۔ ایک پچھنے لگانے پھر بھی میری خاطر خون نہ بہائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ اجازت طلب کی اور انہوں نے دوبارہ یہی جواب دیا پھر وہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد میں آئے اذان ہوئی، لوگوں نے کہا، ابا الحسن آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، امام جبکہ خانہ قید ہے میں نماز نہیں پڑھاؤں گا لیکن میں تنہا اپنی نماز پڑھوں گا چنانچہ تنہا نماز پڑھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ (عثمان بن عفان ذوالنورین ومعتو داستاد صادق عرجون، ص ۲۱۸، ۲۱۹)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناکہ بندی جب اور بھی سخت ہوگئی اور ان کیلئے باہر سے کسی قسم کا رابطہ رکھنے کا موقعہ نہ رہا ان کے پاس جو پانی تھا وہ ختم ہوگیا مسلمانوں سے انہوں نے پانی طلب کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنی سواری پر گئے اور پانی کا ایک مشکیزہ لے کر اندر داخل ہوئے بڑی مشقت سے وہاں پہنچ سکے۔ باغیوں نے ان کو برا بھلا کہا اور اُن کی سواری کے جانور کو بھگا دیا۔

(المرتضیٰ بحوالہ ابن کثیر، ج ۷ ص ۱۸۷)

خلفائے ثلاثہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے ایک فرزند کا نام عمر، دوسرے کا ابوبکر اور تیسرے کا نام عثمان رکھا۔ (المرتضیٰ بحوالہ البدایہ والنہایہ، ج ۷ ص ۳۳۱، ۳۳۲)

عام طور پر لوگ اپنے فرزندوں کا نام انہیں لوگوں کے نام پر رکھتے ہیں جن سے دلی تعلق ہوتا ہے اور جن کو مثالی انسان سمجھا جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمارے معاشرے میں دو گروہ ایسے ہیں جن میں سے ایک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ انتہائی بغض وعناد رکھتے ہیں جبکہ دوسرا گروہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی اہل بیت کے ساتھ اپنے بغض کا اظہار کردیتا ہے لیکن ہم مسلک مہذب اہل سنت دونوں کے بغض کو خدا اور رسول عزّ وجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث سمجھتے ہیں اور دونوں سے محبت کو ایمان کا حصہ جانتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ دونوں اصحاب کا بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کیا مقام تھا اور دونوں کا آپس میں کیسا تعلق تھا۔

تعلق معاویہ و علی

ایک ایسی شخصیت کے الفاظ تحریر کرنا بے فائدہ نہ ہوگا جو اہل شریعت اور اہل طریقت کے نزدیک مسلم الثبوت ہیں جن کو دنیائے اسلام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔فرماتے ہیں، وہ اختلاف اور جھگڑے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں واقع ہوئے خواہش نفسانی کے باعث ہرگز نہیں تھے۔یہ حضرات خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پاک میں تزکیہ کے مقام میں پہنچ چکے تھے اور امارگی سے انہیں آزادی مل گئی تھی۔

میں (مجدد پاک) اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس باب میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے لیکن ان کی یہ خطا خطاءِ اجتہادی ہے جو حد فسق تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس طرح کی خطا میں ملامت کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ خطاءِ اجتہادی میں مُخطی (خطا کرنے والا) کیلئے بھی ایک درجہ ثواب ہے اور یزید بدقسمت صحابہ کرام میں سے نہیں اس کی بدبختی میں کسے کلام ہوسکتا ہے اس بدبخت نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرسکتا۔ (مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۵۴، ص ۱۹۱،۱۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان اور معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا تم علی سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا ہاں فرمایا تمہارے دونوں کے درمیان چپقلش ہوگی پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی معافی اور خوشنودی۔عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی معافی اور خوشنودی سے راضی ہوئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

ولو شآء اللّٰہ ما قتتلوا ولکن اللّٰہ یفعل ما یرید

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔

(تفسیر در منثور، ج ا، ص ۳۲۲۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جس سے ان کے اسلام اور مسلمانوں سے محبت کا پتا چلتا ہے جس کو بہت سے موٴرخین نے ذکر کیا ہے جن میں ابن کثیر بھی ہیں۔ابن کثیر نے لکھا ہے:۔

۱......شہنشاہِ روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملانے کی خواہش ظاہر کی چونکہ ان کا اقتدار رومی سلطنت کیلئے خطرہ بن چکا تھا اور شامی فوجیں اس کی افواج کو مغلوب کر کے ذلیل کر چکی تھیں اس لئے اس نے جب دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ میں مشغول ہیں تو وہ بڑی فوج کے ساتھ کسی قریب کے ملک میں آیا اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لالچ دی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لکھا، بخدا اگر تم نہ رُکے اور اے لعین تو اپنے ملک واپس نہ گیا تو ہم اور ہمارے چچازاد بھائی (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں آپس میں مل جائیں گے اور تجھ کو تیرے قلمرو سے خارج کردیں گے اور روئے زمین کو اس کی وسعت کے باوجود تجھ پر تنگ کردیں گے یہ سن کر شاہِ روم ڈر گیا اور جنگ بندی کی اپیل کی۔ (المرتضیٰ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ، ج ۸ ص ۱۱۹)

اس بات سے معلوم ہوا کہ دفاعِ اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی تحفظ کیلئے دونوں اصحاب کے نظریات یکساں تھے اختلاف صرف قصاصِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تھے کہ پہلے حضرت عثمان کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تھے کہ پہلے مملکت سے فتنوں کا سدباب ہوجائے۔اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کو سزا دی جائے گی۔

۲......ضرار صدائی ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کچھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات بیان کرو (اس نے یوں کہا) جب وہ مسکراتے یوں لگتا کہ دانت جڑے ہوئے موتی ہیں۔حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کچھ اور صفات بیان کرو۔ضرار کہتا ہے کہ اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے بخدا وہ بہت زیادہ جاگنے والے، کم نیند کرنے والے اور رات دن کے اکثر اوقات تلاوتِ قرآن کرنے والے تھے۔یہ سن کر حضرت معایہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا اب بس کرو خدا کی قسم! اللہ رحم کرے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعی ایسے تھے۔ (۱-امالی شیخ صدوق، ص ۳۷۱ المجلس الحادی والعشرون مطبوعہ قم جدید...... ۲-حلیۃ الابرار مصنفہ ہاشم حسینی بحرانی، ج ۱ ص ۳۳۸ الباب الخامس والعشرون مطبوعہ قم جدید)

یہ دونوں شیعوں کی معتبر کتابیں ہیں۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رویہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیسا تھا اور دونوں شاہزادگان کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا خیال تھا۔

نوٹ......اب جو حوالہ جات آئیں گے وہ تمام شیعوں کی کتب سے لئے گئے ہیں۔

۳......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر سال دس لاکھ دینار بطور نذرانہ دیا کرتے تھے یہ رقم تحفہ جات کے علاوہ تھی جو مختلف اقسام سے ان کو دیئے جاتے تھے۔ (مقتل ابی مخنف ص ۷ مطبوعہ نجف اشرف

٤......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زندگی بھر حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کوئی برائی اپنے بارے میں نہ پائی اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کے ساتھ کئے گئے وعدوں میں سے کسی وعدہ کو توڑا اور نہ ہی ان سے کسی بہتری اور بھلائی کو کبھی روکا۔ (الاخبار الطوال ص ۲۲۵/ بین معاویہ و عمرو بن العاص مطبوعہ بیروت طبع جدید)

۵......امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا کہ مجھے آپ کا رقعہ ملا اور جو کچھ آپ نے لکھا میں اسے بخوبی سمجھ گیا میرے بھائی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ عہد و پیمان کئے تھے ان کو توڑنے سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (مقتل ابی مخنف ص ۹ مقدمہ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

٦......حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے نذرانہ جات اس مہینہ کی شروع تاریخوں میں تم تک پہنچ جائیں گے جب مہینہ شروع ہوا تو امام موصوف کے اعلان کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بہت سا مال آ گیا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مقروض تھے اپنے حصہ سے قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ اپنے گھر والوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیئے اس طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کے تین حصے کئے ایک حصہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو دیا اور دو حصے اپنے بچوں کو روانہ کر دیئے حضرت عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنے حصہ کی رقم سے اپنا قرض ادا کرنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایلچی کو بطور اظہار خوشی کچھ دیا جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے ان کیلئے مقررہ رقم میں اضافہ کر دیا۔ (جلاء العیون، ج اص ۳۷۶ در زندگانی امام مطبوعہ تہران)

اب جو لوگ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے درمیان تعلقات کو نہ جانے کن معنوں سے تعبیر کرتے ہیں ان کو دیکھنا چاہئے کہ اگر جیسی بات یہ کرتے ہیں ایسی بات ہوتی تو جناب علی المرتضیٰ کی آل پاک کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق نہ جوڑتی اور نہ مراعات لیتی لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔

امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان جھگڑوں، اختلافات اور تنازعات کے بارے میں خاموش رہنا چاہئے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کر دے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علیٰ سرر متقابلین

ترجمہ: ان کے دلوں میں جو باہمی رنجش ہوگی ہم اس کو دور کر دیں گے
اور وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

(غنیۃ الطالبین، ص ۱۸۶ مترجم شمس بریلوی مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

شہادت

خوارج کے تین افراد عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ عہد کرلیا کہ ہم تین افراد ان تین افراد یعنی حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو قتل کرکے اصل قضیہ ہی پاک کردیں گے (کہ انہی لوگوں کی وجہ سے یہ خلفشار برپا ہوا ہے) تاکہ مسلمانوں کو ان جھگڑوں سے نجات مل جائے چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، برک نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، عمرو بن بکیر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کا عہد کرلیا کہ ان تینوں کو ایک ہی رات میں رمضان المبارک میں قتل کردیں گے چنانچہ یہ تینوں بدبخت ان شہروں کو روانہ ہوئے جہاں ان کو اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنا تھا ان میں سب سے پہلے ابن ملجم کوفہ میں پہنچا اس نے وہاں پہنچ کر دوسرے خوارج سے رابطہ قائم کرکے اپنا ارادہ ان پر ظاہر کیا کہ وہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جمعہ کی شب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردے گا۔

ادھر ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الصبح بیدار ہوکر اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت نے میرے ساتھ کجروی اختیار کی ہے اور اس نے سخت نزاع برپا کردیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ سے دعا کرو چنانچہ میں نے بارگاہِ ربّ العزت میں اس طرح دعا کی ' الٰہی! مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچادے اور میرے بجائے ان لوگوں کا واسطہ ایسے شخص سے ڈال دے جو اچھے نہ ہوں..... ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں نباح مؤذن نے آکر آواز دی الصلوٰۃ الصلوٰۃ! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے کیلئے گھر سے چلے راستے میں آپ لوگوں کو نماز کیلئے آواز دے دے کر جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ازلی بدبخت ابن ملجم سے سامنا ہوا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور اتنا شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جاکر ٹھہری اتنی دیر میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا زخم بہت کاری تھا پھر بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب میں آپ کی روح بارگاہِ اقدس کی طرف پرواز کرگئی۔ حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہما) نے آپ کو غسل دیا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت   بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

روضہ مبارک کہاں ہے

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو دارالامارت کوفہ میں رات کے وقت دفن کردیا ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کو اس لئے ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ کہیں بدبخت خارجی اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں بعد میں آپ کے فرزند امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جسدِ مبارک کو کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کردیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل ہونے والا پہلا جسم مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔

ابن عساکر نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسدِ مبارک مدینہ منورہ لے جانے لگے تاکہ وہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں دفن کریں جسم کو ایک اونٹ پر رکھا ہوا تھا رات کا وقت تھا وہ اونٹ راستہ میں کسی طرف کو بھاگ گیا اور اس کا کوئی پتا نہیں چلا۔ بعض کہتے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد وہ اونٹ بنو طے میں مل گیا اور آپ کو اسی سرزمین میں دفن کردیا گیا۔

ابن سعد طبقات میں فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں مدفون ہیں۔

ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجف اشرف میں مدفون ہیں جہاں مرقد انور آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

حافظ ابوعبداللہ نے اپنے استاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت فرمائی تھی کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو مجھ کو ایک تخت پر رکھ کر نجف اشرف لے جانا، جہاں تم دونوں ایک سفید پتھر دیکھو گے جس میں نور چمکتا ہوگا پھر اس مقام پر زمین کھودنا زمین کھودتے ہوئے تم تختہ پاؤ گے وہ میری قبر ہے لہٰذا مجھے وہاں دفن کردینا۔ (سفینۂ نوح بحوالہ حاکم شمس التواریخ، ص ۱۲۹۰/۲)

علامہ دمیری حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید شکار کھیلنے کیلئے نکلا اس نے اپنے چیتوں کو شکار پر چھوڑا شکار دوڑ کر ایک قبر کے پاس جا کر ٹھہر گیا چیتے بھی قبر سے دور ہٹ کر کھڑے ہوگئے ہارون رشید اس بات سے سخت حیران ہوا کہ اتنے میں ایک شخص آ گیا۔ جس کو حالات معلوم تھے اس نے کہا امیر المومنین! یہ قبر انور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ ہارون رشید نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہے؟ اس نے کہا میرا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس قبر کی زیارت کیلئے آیا کرتا تھا اور وہ اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے اور امام باقر اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس قبر انوار کی زیارت کو آتے تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا پورا علم حاصل تھا۔

ہارون رشید نے حکم دے کر وہاں ایک پتھر کا کتبہ لگا دیا یہ پہلی تعمیر تھی جو نجف اشرف میں آپ کے مزار مبارک پر بنائی گئی اس کے بعد سلاطین سامانیہ کے عہد میں وہاں بہت سی عمارتیں بنائی گئیں۔ (سفینۂ نوح بحوالہ حاکم الریاض النضرہ، ص ۲/۲۳۵)

﴿ واللہ تعالیٰ اعلم ﴾

آخر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

احمد اور حاکم نے بسند صحیح عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دو شخص سب سے زیادہ شقی ہیں ایک آل ثمود میں صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا اور دوسرا جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا اور تمہاری داڑھی خون میں تربتر ہو جائے گی۔

اقوال

اب آخر میں ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال زریں پیش کرتے ہیں آپ کے اقوال روشنی کے وہ مینار ہیں جن پر عمل کر کے آدمی جہالت کے اندھیروں سے نکل کے ہدایت کا نور حاصل کر لیتا ہے۔

۱......سب سے بڑی خیانت قوم کے ساتھ غداری ہے۔

۲......ذلت کی بجائے تکلیف اُٹھانا بہتر ہے۔

۳......کہاوتیں اور مثالیں عقلمندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے بیان کی جاتی ہیں نادانوں کو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

٤......شریفوں کے واسطے یہ بڑی مصیبت ہے کہ ان کو شریروں کی خاطر مدارت کی ضرورت پیش آئے۔

۵......اگر تمہیں اپنے مخالف پر غلبہ وقدرت حاصل ہو جائے تو عفو سے کام لو یہی غلبے کی نعمت کیلئے اظہارِ تشکر ہے۔

٦......سب سے نادار شخص وہ ہے جو کسی کو دوست نہ بنا سکے اور اس سے بھی زیادہ تہی دست وہ ہے جو دوستوں کو پا کر انہیں کھو دے۔

۷......جسے اپنے رد کر دیتے ہیں اسے غیر اپنا لیتے ہیں۔

۸......جس کو اس کا اچھا عمل آگے نہیں بڑھا سکا اسے نسب کوئی عزت نہیں دے سکے گا۔

۹......زہد کا افضل مرتبہ اپنے زہد کو چھپانا ہے۔

۱۰......اصل تمنا آرزوؤں کے ترک کر دینے کا نام ہے۔

۱۱......جس کی اُمیدیں بڑھتی جائیں اس کے اعمال بگڑتے جاتے ہیں۔

۱۲......فرائض کو ضائع کر کے نوافل کے ذریعے قرب خدا حاصل نہیں ہوسکتا۔

۱۳......وہ گناہ جو تمہیں افسردہ کر دے اس نیکی سے بہتر ہے جو مغرور بنا دے۔

١٤......صبر دو طرح کا ہوتا ہے ناپسندیدہ بات پر صبر اور دوسرے مرغوب چیز پر صبر یعنی ضبط کرنا۔

١٥......ضرورت کا پورا نہ کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی کم ظرف سے کچھ طلب کیا جائے۔

١٦......تھوڑا دینے سے کیا شرمانا بہر حال نہ دینے سے تو بہتر ہے۔

١٧......جب سے میں نے حق کو پایا ہے اس کے بارے میں کبھی شک کا شکار نہیں ہوا۔

١٨......تم سمجھنے کیلئے سوال و جواب کیا کرو اُلجھنے کیلئے نہیں۔

١٩......اللہ کی نافرمانیوں سے بچو کہ وہ گواہ بھی ہے اور (کل کو) حاکم بھی وہی ہوگا۔

۲۰......سب سے سنگین گناہ وہی ہے جسے کرنے والا معمولی سمجھ کر کرے۔

۲۱ ...... جو شخص کسی صاحبِ ایمان سے اپنی ضرورت بیان کرے تو گویا وہ اللہ کے سامنے بیان کر رہا ہے اور اگر وہ کسی کافر کے در پر دستک دے تو سمجھ لے وہ اللہ کی شکایت اس کے پاس لے کر گیا ہے۔

۲۲ ...... دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے: ایک طالبِ علم اور دوسرا طلبِ دنیا۔

۲۳ ...... ظالم کیلئے وہ لمحے بہت شدید ہوتے ہیں جب مظلوم کو اس پر فوقیت حاصل ہو جائے۔

۲۴ ...... دوستی اختیار کرو مگر آبرو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

۲۵ ...... کسی کے ایمان کا اندازہ اس کے وعدوں سے لگاؤ۔

۲۶ ...... حماقت سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔

۲۷ ...... جو شخص لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کیلئے بھی پسند کرے۔

۲۸ ...... لوگ ایک ایسا زمانہ بھی دیکھیں گے کہ مومن شخص کو غلام سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا جائے گا۔

۲۹ ...... سب سے بڑی تونگری عقل ہے۔

۳۰ ...... احمق کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ تم کو نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن پہنچ جاتا ہے ضرر۔

۳۱ ...... جب رزق ملتا ہے تو عقل سے نہیں ملتا بلکہ یہ رزق تقدیر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۲ ...... اپنا راز سوائے اپنی ذات کے کسی پر ظاہر نہ کر۔

۳۳ ...... جب حوادثِ زمانہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو اس کے بعد کشادگی جلد آجاتی ہے۔

۳۴ ...... جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید کر دیتا ہے۔

۳۵ ...... قرآن پر عمل کرو اس لئے کہ عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔

۳۶ ...... خوش اخلاقی بہترین دوست ہے۔

۳۷ ...... عقل و شعور بہترین ساتھی ہے۔

۳۸ ...... ادب بہترین میراث ہے۔

٤٩ ...... بغیر طلب کے کچھ دینا سخاوت ہے۔

٤٠ ...... زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے۔

٤١ ......محبت دور کے لوگوں کو قریب اور عداوت قریب کے لوگوں کو دور کر دیتی ہے۔

٤٢ ......کوئی شخص گناہ کے علاوہ کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو۔

٤٣ ......کسی چیز کے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔

٤٤ ......صبر اور ایمان کی مثال سر اور جسم جیسی ہے جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے گویا جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

٤٥ ......کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور لوگوں کو گناہ کرنے کی ڈھیل نہ دے۔

٤٦ ......وہ علم نہیں جس کو اچھی طرح سمجھا نہ گیا۔

٤٧ ...... وہ کام کرو جو بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو اور عمل صالح کرنے میں زیادہ سے زیادہ سعی کرو کیونکہ عمل صالح بغیر تقویٰ قابل قبول نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس عمل میں خلوص نہ ہو وہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

٤٨ ...... جب دنیا کسی پر مہربان ہوتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی مستعار دیتی ہے اور جب پیٹھ پھیرے تو اس کی اپنی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔

٤٩ ......زہد کا افضل مرتبہ اپنے زہد کو چھپانا ہے۔

٥٠ ......عالم کو کسی مسئلہ میں دریافت کرنے پر (جبکہ وہ اس سے کماحقہ واقف نہ ہو) یہ کہنے میں شرم نہیں کرنا چاہئے کہ میں اس مسئلہ سے واقف نہیں ہوں۔

منقبت حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیّد عبدالرزاق صابری بھیکی)

جن پہ نبی ہیں نازاں وہ مرتضیٰ علی ہیں
حق سے ملانے والے ہیں باخدا علی ہیں

جائز ہے وقت مشکل دینا دہائی ان کی
کیونکہ بفضل ربی مشکل کشا علی ہیں

باطل پچھاڑا کس نے خیبر اُکھاڑا کس نے
وہ دین کے محافظ شیرِ خدا علی ہیں

ہے خانِ نبوی سے ہے خاص رشتہ اُن کا
لَحْمُكَ لَحْمِی جن کو فرمادیا علی ہیں

وَجْهُ اللّٰه ان کا چہرہ اور ہاتھ ہیں یَدُ اللّٰه
محبوب و جانشین خیر الوریٰ علی ہیں

ان سے ملی شریعت ہے طریقت و حقیقت
دنیائے معرفت کے فرما روا علی ہیں

سارا زمانہ ان سے کرتا ہے پیار بھیکی
ہو کیوں نہ پیار جبکہ حاجت روا علی ہیں

علم و فضل

علم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے، مدینہ کے سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ عطاء سے دریافت کیا گیا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم تھا؟ تو عطانے کہا، خدا کی قسم! مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں۔ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی بات ثابت ہو جاتی تو ہم کسی دوسرے کی جانب رجوع نہ کرتے۔ (اسد الغابہ، ج ۴ ص ۱۴۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اُمت میں سب سے زیادہ مہربان ابو بکر، دین الٰہی میں سب سے شدید عمر، سب سے زیادہ حیاوالے عثمان اور سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے علی ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں ایسے کٹھن مسئلے سے کہ اس کا حل ابو الحسن یعنی حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نہ ہو۔

عہدِ فاروقی میں ایک عورت پیش ہوئی جس کا قصہ یہ تھا کہ وہ جنگل میں جارہی تھی پیاس سے بیتاب ہوگئی۔ ایک چرواہا اس کو نظر آیا اس نے اس سے پانی مانگا اس بدنیت نے کہا کہ پانی پلاؤں گا اگر تو اپنی جان پر مجھ کو قابو دیگی۔ اس عورت نے مجبور ہو کر اقرار کرلیا اور اس چرواہے نے اس کے ساتھ بدفعلی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے اس عورت کے سنگسار کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت شیرِ خدا نے فرمایا کہ یہ تو مضطر تھی اس پر حد نہیں ہوسکتی چنانچہ آپ ہی کی رائے بحال رہی اور وہ عورت چھوڑ دی گئی۔

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اللہ تعالیٰ مجھ کو تمہارے بعد تک زندہ نہ رکھے۔

علم قرآن کے مضمون میں ……

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا اے ابن عباس! عشاء کی نماز پڑھ کر تم قبرستان پہنچ جانا چنانچہ میں نے نماز پڑھی اور وہاں پہنچ گیا اس رات چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ فرمایا الحمد کے الف کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں اس کے بارے میں انہوں نے ایک ساعت گفتگو فرمائی۔ پھر فرمایا الحمد کے لام کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں۔ آپ نے اس کے بارے میں ایک پوری ساعت گفتگو فرمائی۔ پھر فرمایا الحمد کی حا کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے اس کے متعلق ایک پوری ساعت گفتگو فرمائی۔ پھر فرمایا الحمد کے میم کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں۔ آپ نے اس کی تفسیر میں ایک ساعت گفتگو فرمائی۔ پھر فرمایا الحمد کے دال کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے آپ نے اس کے بارے میں گفتگو فرمائی یہاں تک کہ صبح کاذب نمودار ہوگئی۔ آپ نے فرمایا، ابن عباس گھر جاؤ اور صبح کی نماز کی تیاری کرو میں وہاں سے اُٹھا تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اسے محفوظ کر چکا تھا پھر میں نے غور کیا تو قرآن پاک کے بارے میں میرا علم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کے سامنے اس طرح تھا جیسے سمندر کے سامنے ایک حوض۔

قارئین! اس بات سے آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم قرآن کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک رات پوری صرف الحمد کی تفسیر میں لگا دی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اور میرا علم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اور میرا علم کیا اور صحابہ کا علم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے ہو۔ غور کرو کہ مخلوق کے علوم و معارف میں کتنا فرق ہے۔ (برکات آلِ رسول مصنف علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی مترجم محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۱۳۱، ۱۳۲)

محبانِ علی کون؟

دار قطنی نے مرفوعاً بیان کیا ہے اے ابوالحسن! تو اور تیرے محب جنت میں ہوں گے اور ایک قوم تیری محبت کا دعویٰ کرے گی اور پھر اسلام کو رُسوا کرے گی اور اسے پھینک کر دین سے اس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ یہ برے اخلاق والے روافض ہوں گے انہیں پاؤ تو ان سے جنگ کرو کیونکہ یہ مشرک ہیں۔ دار قطنی نے کہا یہ حدیث کثیر اسناد سے ثابت ہے۔ (بحوالہ شرف سادات، ص ۳۲۶)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی شرف سادات کے صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۵ میں فرماتے ہیں کہ میں نے زمخشری کی تفسیر کشاف میں طویل حدیث دیکھی جسے ان سے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں نقل فرمایا ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:۔

﴿ ترجمہ ﴾

☆ جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ شہید فوت ہوا۔

☆ خبردار جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ بخشا ہوا فوت ہوا۔

☆ خبردار جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا۔

☆ خبردار جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ کامل ایمان کے ساتھ مومن فوت ہوا۔

☆ سنو جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں فوت ہوا اسے پہلے ملک الموت اور پھر منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

☆ سنو جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ جنت میں اسطرح جائیگا جیسے عروسہ اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔

☆ سنو جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

☆ سنو جو شخص آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ اہل سنت والجماعت پر فوت ہوا۔

☆ جان لو جو شخص بغض آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فوت ہوا قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شدہ تحریر ہوگا۔

☆ جان لو جو شخص بغض آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فوت ہوا وہ کافر مرا۔

☆ خبردار جو شخص بغض آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فوت ہوا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل وہ لوگ ہیں جو آپ کی پرورش میں آپ سے منسوب ہیں اور بیشک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تعلق آپ سے آل کا ہے۔

صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا:

علی و فاطمة ابناهما

یعنی علی و فاطمہ اور ان کے بیٹے۔

قارئین! اس حدیث میں جو ابھی گزری ہے ایک نقطہ غور طلب ہے یعنی یہ کہ جو آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت پر مرا وہ اہل سنت و الجماعت پر مرا اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ اہلسنّت ہی محبِ اہل بیت ہیں دوسرا یہ کہ اہلسنّت ہی ناجی فرقہ ہیں۔

اب دوبارہ حدیث کو غور سے پڑھئے تا کہ وضاحت ہو جائے۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں محبانِ اہل بیت میں زندہ رکھے اور انہی میں موت دے اور کل قیامت کے دن اہل بیت اطہار کا ساتھ اور شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سعد سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا نہ کہنے کی وجہ دریافت کرنا۔

حدیث نمبر ۶۰۹۸ میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، تمہیں ابوتراب (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو برا کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفٰی ۶۷۶ھ اپنی کتاب شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں...... علماء نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث کی تاویل کرنا واجب ہے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے کا حکم دیا تھا بلکہ ان سے برا نہ کہنے کا سبب دریافت کیا تھا کہ آیا تم ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے یا اس کا کوئی اور سبب ہے اگر تم ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے تو تم حق پر ہو اور تمہارا نظریہ درست ہے اور اگر اس کا سبب کوئی اور ہے تو اس کو بیان کرو غالباً حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق اس جماعت سے تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتی تھی اس کے باوجود حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا نہیں کہتے تھے اس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا تھا۔ اس حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو خطاء نہیں کہتے اور لوگوں سے نہیں کہتے کہ ہماری رائے اور اجتہاد صحیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور اجتہاد غلط تھا۔ (بحوالہ شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی، ج ۶ ص ۹۶۴)

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہد و تقویٰ اور ان کے خشوع و خضوع سے آگاہ تھے صرف رائے میں اختلاف تھا ذاتی نہیں۔ یاد رہے کہ مجتہد اگر اجتہاد میں غلطی پر بھی ہو تو اس کیلئے ایک اجر ہے اور یہ بات احادیث و آثار اور اقوال سلف صالحین سے ثابت ہے کہ جو تنازعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہوا اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطاء پر تھے لیکن ایک اجر کے مستحق ہیں اسلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہا جائے بلکہ سکوت اختیار کرنا چاہیے۔